



ماہوار رسالہ

رسالہ  
۱۴۱۵

# اصلاح

نمبر ۱۲	ماہ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۵۲ھ	جلد ۳۷
نمبر شمار	مضمون	پرست مضین
۱	پہلے انجمن کو طے ضروری ہے	میجر اصلاح
۲	عاجن فی کمال یا رجائی ہوا نام آقا	احقر علی حیدر مدیر
۳	چو کہو گراں قدر عطیہ	"
۴	دائرہ تحقیق	"
۵	دفعہ اصلاح کی جدید پریشانی	"
۶	سال آئندہ کا چندہ اصلاح	میجر اصلاح
۷	اسماء تاریخی ۳۳۵ ہجری	جناب مولوی سیکی احسن صاحب پٹوہ
۸	دائرہ تحقیق کجوا میں کیا رعایت	مدیر
۹	تقریبات	"
۱۰	محال خاتون جلد ۱۲ در فضلہ نام گئی	"

﴿مقام اشاعت﴾  
کجوا (صوبہ بہار) چندہ خانہ خریداروں سے  
پڑو پیر لاندہ خاص ہمدردوں سے  
پین روپیہ لاندہ

**انصار اصلاح** احسن فیل حضرت نے بھی اس سال رسالہ اصلاح کو جدید خریدار محنت  
 فکر نہایت شکر گزار کیا خدا سب کے جزائے: (۲۹) جناب ٹرسٹ کی من مٹائی (۵۲)  
 جناب سید جہتین صاحب رضوی عبی (۲) (۱۵) جناب ٹرسٹ کی من مٹائی سرگودھا (۵۲)  
 جناب شیخ محمد الدین صاحب گول بازار لاہور (۵۳) جناب سید محمد ناز شاہ صاحب فرسٹ گرڈ انسٹی  
 پولیس ریاست بہاولپور (۵۴) جناب لوی سید محمد حنیف صاحب بلکرای حیدر آباد  
 (۵۵) سید عباس علی صاحب پشور (۵۶) جناب سید محمد علی صاحب  
 (۵۷) جناب محمد ظہور صاحب بنیانی کوٹلی ضلع ڈیرہ غازی خان  
**منظر مامون الرشید** کی کاپیاں لکھی جا چکیں اور انشاء اللہ اس منظر کے بعد بھی  
 دیا جائیگا۔ ہم غما کر سالہ ہے مگر اس قابل ذکر ہزاروں کی تعداد میں طبع کر کے تمام مسلمانوں  
 میں مفت تقسیم کیا جائے جن حضرات نے سہ ہجری میں اصلاح کو جدید خریدار دیئے  
 ان کو اور جو حضرات سہ ہجری میں دو جدید خریدار دیئے ان کو بھی یہ رسالہ مفت بطور انعام دیا  
 کیا جائیگا۔ مگر اب جو حضرات اصلاح کو جدید خریدار دیں وہ دونوں صاحبوں کے چندہ بھی لیکر  
 مجھے مطلع فرمائیں اور دی پی کی مصیبت ان کو بھی اور میں بھی محفوظ رکھیں۔ منظر مامون الرشید  
 صرف ایک ہزار چھپایا جا رہا ہے۔ اگر اتنے ہمدردان اصلاح دو دو جدید خریدار دیکر یہ  
 رسالہ ایک ایک عدد بطور تحفہ منگالیں تو اصلاح کو دو ہزار جدید خریدار بھی مل جائیں جس  
 ہمارا جلدی امام بارہ جو زلزلے سے گر گیا بن جائے اور اصلاح کو بھی پورا طمان کے ساتھ  
 ہم صفحہ ماہوار شائع کرنے کا موقع ملے جو حضرات <sup>مہمان</sup> دین و ملت! ہر قوم اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت  
 میں پوری جدوجہد کر رہی ہے۔ آپ بھی اگر اپنے مذہب کی عزت رکھتے ہیں اور اگر آپ کے خیال  
 میں سالہ اصلاح مذہب کی کئی خدمت انجام دے رہا ہے تو کوشش فرمائیں کہ اصلاح کو دو دو  
 جدید خریدار مل جائیں۔ محرم کی مجلسوں میں بہت سے امرۃ اجات ہیں اگر آپ حضرت کو  
 فرمائیں تو انھیں ایام میں اصلاح کی یہ فرمائش پوری ہو سکتی ہے۔ جس میں آپ کا کوئی خرچ  
 صرف زبان کی تحریک مطلوب ہے۔ والسلام بخیر اصلاح کجا (بہار)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفقیہ  
۱۹۳۵

۷۵۹۲

## اصلاح

منبر ۱۲ ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۲ ھ ہجری جلد ۳

عالمینا نواب کمال یار جنگ بہادر دام اقبالہ کال کال قدر عطیہ  
ناظرین اصلاح کو دوسرے اخباروں نیز رسالہ اصلاح ماہ شعبان ۱۳۵۲ ھ ہجری  
سے رباست حیدر آباد دکن کے اس دردناک حادثہ کی خبر ہو چکی ہے کہ وہاں کے  
مشہور ذراثر اور خاندانی رئیس عالی جناب سرکار نواب خان خانان بہادر  
اعلیٰ در مقامہ نے ماہ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۲ ھ میں انتقال فرمایا جس سے ہماری  
قوم دلتہ کو بہت بڑا نقصان پہونچا۔ مگر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جناب مرحوم  
نے بہت معزز روشن خیال۔ ذی اثر۔ معین دین و ملت اور ہمہ اوصاف متصف  
جانشین چھوڑا ہے جسکا اسم گرامی عالی جناب امیر محمد کمال الدین حسین خاں صاحب  
المخاطب بہ جناب سرکار نواب کمال یار جنگ بہادر دام عزہ ہے۔ جناب مدوح  
میں نہایت اعلیٰ درجہ کی خوبی یہ ہے کہ اپنے مذہب اور قوم کے بڑے منض  
شناس اور اسکی ضروریات سے کما حقہ واقف ہیں۔ آپ نے جناب مرحوم کے  
انتقال کے بعد جناب مرحوم کی روح کو نواب پہونچانے کی غرض سے لاقعد امور  
نیر انجام دیئے اُن میں اپنے مذہب کے قدیم خادم رسالہ اصلاح کی اعانت بھی  
فرمائی۔ چنانچہ ماہ نومبر ۱۹۳۲ء میں جناب سرکار مدوح کی طرف سے تین سو روپیہ



رسالہ اصلاح کی اعانت کے طور پر موصول ہوئے تھے جن کا کمال دھجہ شکر یہ صمیم قلب سے ادا کیا جاتا ہے۔ جناب مدوح کی یہ سخاوت قابل قدر اور سختی تقلید ہے کاش دوسرے مومنین بھی اپنی خوشی کے اوقات اور اپنے بزرگوں کی مدوح کو ثواب پہنچانے کے مواقع پر اپنے دینی اداؤں کو قوت پہنچانے کا خیال کریں تو ہماری قوم کی بہت کچھ ترقی ہو سکتی ہے۔ اکثر مقام پر دیکھا گیا ہے کہ دونوں صورتوں میں بے حد حساب مصارف وہ کئے جاتے ہیں جن سے نہ خدا در سؤل ہی خوش ہو سکتے ہیں اور نہ بزرگوں کی روحوں کو ان کا ثواب پہنچ سکتا ہے۔ خداوند عالم جناب موصوف کو دنیا و دین میں عزت و شان اور جاہ و اقبال کی ترقی عطا فرماتا رہے اور آپالیہ سچے انصار دین و ایمان کی تعداد ہماری جماعت میں بومافوراً زیادہ کرتا رہے۔

**دائرہ تحقیق کجھو** مولانا السید علی اظہر صاحب جلد ۱ علیہ السلام و المسلمین طہیر الملتہ والدین آیت اللہ فی العالمین

آیات پر بہت حضرات نے جناب مدوح کی شاندار یادگار چیز قائم کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس وجہ سے یہ دائرہ تحقیق کجھو ایم قائم کر دیا گیا جو دفتر اصلاح سے علیحدہ رہے گا اور جس کے کل انتظامات ہمدردان دین و ملت کی رائے و مشورہ سے انجام پائیں گے۔

اسی کے متعلق اصلاح مشین پریس اور رسالہ الشمس بھی کر دیا گیا ہے۔ جس سے اس دائرہ کے مفصل حالات بھی معلوم ہوتے رہیں گے۔ الحمد للہ کہ الشمس جلد ۱

کا پہلا نمبر ماہ محرم ۱۳۵۳ ہجری کا چھپ گیا اور اس دائرہ سے اپنے خریداروں کے پاس پہنچے گا۔ اب کوئی صاحب رسالہ الشمس یا اصلاح مشین پریس کے

متعلق کوئی فرمائش دفتر اصلاح سے نہ کریں بلکہ براہ راست دائرہ تحقیق کجھو کو لکھیں۔ ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ اب جو مومنین و ہمدردان دین و ملت اپنے خدام

رسالہ اصلاح یا دفتر اصلاح کی اعانت میں کوئی رقم عنایت فرما کر شکر گزار کریں گے اسے بھی ہم دائرہ تحقیق ہی کو دے دیا کریں گے۔ اس پر عمل بھی شروع کر دیا گیا۔

چنانچہ حضرت قبلہ دکنہ طاب ثراہ کے حادثہ کے بعد (۱) انجمن اتحاد المؤمنین گونڈا سے جو پانچ روپیہ اعانت اصلاح میں آئے تھے وہ اسی دائرہ کو دیدئے گئے۔ (۲) عالی جناب آر۔ کیو۔ محمد ثانی صاحب الہیکلٹر پولیس سٹی پور ضلع درجننگہ دام غرہ نے اعانت اصلاح میں ۵ روپیہ عنایت فرمائے ہیں۔ یہ رقم بھی دائرہ تحقیق ہی کو دے دی گئی (۳) اور اب عالی جناب سید اکبر شاہ صاحب اسٹیشن ماسٹر عروشرہ (ملک افریقہ) نے حضرت قبلہ دکنہ طاب ثراہ کے اللہ مقامہ کی فاتحہ خوانی کے لئے ۵ شلنگ بھیجے ہیں۔ فاتحہ خوانی کر دی گئی اور یہ رقم دائرہ تحقیق میں داخل کر دی گئی۔ خدا سے دعا ہے کہ اگر اس دینی ادارہ کی غرض حالہ دینی حمایت اور علمی ترقی ہے تو اس کو مضبوط فرما کر ترقی عطا کرے۔ مؤمنین سے بھی اتنا سہ ہے کہ اثر دائرہ کی حمایت پر کمر بستہ ہو جائیں۔ تاکہ حضرت قبلہ دکنہ طاب ثراہ کے اللہ مقامہ کی وہ بکثرت مصنفات جو اب نہیں ملتیں اور جن کے دوبارہ یا سہ بارہ چھپوانے کی شدید ضرورت ہے جلد شایع ہو سکیں۔ مگر مؤمنان اس کا خیال رکھیں کہ اسکی کوئی رقم دفتر اصلاح میں نہ روانہ کریں بلکہ صرف دائرہ تحقیق کو کچھو کچھ نام بھیجیں اور رسالہ انہیں بھی دین سے طلب کریں۔ ہم تنہا ہیں۔ اصلاح ہی کی خدمات کے لئے ہمیں رہنے دیں۔

**دفتر اصلاح کی جدید پریشانی**۔ ہمدردان اصلاح کو اصلاح نمبر ۹ و نمبر ۱۰ سے ہمارے مکان اور جدی امام باڑہ کو بھی سخت نقصان پہونچا۔ یہ امام باڑہ یہاں کا بہت محترم۔ مقدس۔ اور معزز حسینہ سمجھا جاتا ہے جس کو ہمارے جدہ علام جناب زبۃ العلماء قدوة الفقہار مولانا السیدین صاحب قبلہ طاب ثراہ نے بنوایا تھا۔ اسکی مجاہدین بنایت شاندار اور نورانی ہوتی تھیں کہ ان میں لوگوں کو مذہبی معلومات بہت زیادہ حاصل ہوتے اور مال کا ر بھی اس قدر ہوتا کہ لوگ اپنے گھروں تک لڑتے جاتے۔ زلزلہ میں اسکی چھت اس قدر شکستہ ہو گئی کہ ایک بالشت سے زیادہ جھک کر

لٹک گئی تھی مگر زمین پر گری نہیں تھی۔ ۲۰ مارچ ۱۹۷۳ء کو ۱۲ بجے دن کے وقت جب موسم بہت معتدل تھا کہ نہ بارش تھی نہ ابر تھا۔ نہ آندھی تھی۔ نہ تیز ہوا تھی۔ نہ زلزلہ کا کوئی شبہ ہوا۔ فقط چھت زمین پر آتی رہی۔ اس سے علاوہ اور نقصانات کے بہت زیادہ افسوسناک رنج یہ ہو گا کہ اس کا بہت متبرک منبر بھی چور چور ہو گیا۔ اس محرم میں تو اس امام باڑہ کے اندر کسی طرح مجلس ہو نہیں سکتی مگر سال بھر میں اسکو بنوانا بہت ضروری ہے۔ اگر ہمدردان اصلاح صرف اتنی مدد کریں کہ دود و جدید خریداروں سے ۳۵ سوچری کا چنڈہ اصلاح خود وصول کر کے بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں تو آسانی سے اس امام باڑہ کی تعمیر ہو جا سکتی ہے۔ آپ سے ایک پیسہ کی بھی اعانت کی خواہش نہیں کی جاتی بلکہ صرف زبانی تحریک اور جدوجہد کی فرمائش ہے۔ اس کی وجہ سے ہم کو اطمینان سے انشاء اللہ رسالہ اصلاح کے شایع کرنے اور ماہ ۴ صفحہ ماہوار نکالنے رہنے کا موقع بھی ملیگا۔ اور آپ کی اعانت تعمیر امام باڑہ میں محسوب ہونے کی وجہ سے آپ کو آخرت کا اجر بھی بہت زیادہ حاصل ہو گا۔ ہم نے حتمی ارادہ کر لیا ہے کہ اب اصلاح کی ضخامت ۴ صفحہ ماہوار سے کم نہ ہو اس سبب بھی آپ حضرات کو خیال کرنا چاہئے کہ جب تک اسکے خریدار پانچ ہزار نہ ہو جائیں گے اس وقت تک اسکے مصارف کیونکر پورے ہوں گے۔ مناظرہ مامون الرشید آپ نہ چھپ سکا۔ کیونکہ جدید خریداروں کی تعداد بہت کم رہی۔ اگر ایک مہینہ میں بھی آپ حضرات نے دود و جدید خریدار عنایت فرمادیئے تو انشاء اللہ دوسرے مہینہ میں رسالہ مناظرہ مامون آپ کے ہاتھوں میں ہو گا۔

الحمد للہ کہ اصلاح کی جلد ۳ مکمل ہو گئی جس سے سالانہ کا چنڈہ اصلاح آپ کا چنڈہ اصلاح بھی ختم ہو گیا۔ اب محرم ۱۴۳۵ ہجری سے انشاء اللہ جلد ۴ شروع ہو جائیگی۔ آپ اپنا چنڈہ بھی جلد بذریعہ منی آرڈر عنایت فرمائیں اور وی پی کا بالکل موقع نہ دیں کیونکہ اس سال اصلاح کو ۴ صفحہ ماہوار بنانے کی کوشش ہے۔

## اسماء تاریخی ۱۲۵۳ ہجری

نظرف عباس - خیریت عباس - سید مظاہر عباس

سید ظہیر العباس - احمد صغیر - ضیغم الاحمد

صغیر احمد - حامد صغیر - مجاہد صغیر - حمید اصغر - بنی اصغر - اصغر بنی - ضمانت بنی - ضامن

محمد غنی قاسم - محمد قاسم غنی - محمد عاقل غنی - محمد غنی عاقل - محمد بخش مہدی - سید مظفر مہدی

بنی المہدی اختر - محمد تیر رضا - محمد کرم رضا - قنبر رضا - محمد مصنف رضا - شاہ ولی رضا

رضا ولی شاہ - محمد شتاق رضا - رضا آشتا - الہی رضا شاہ - ولی رضا شاہ

لین رضا حیدر - محمد رضا المصطفیٰ - سید معظم مصطفیٰ - محمد علی ناظر - محمد مصطفیٰ علی

محمد ناظر علی - غریب علی - علی حلیفہ الہمد - اختیار علی - خلیفہ محمد علی

شمس الجبار علی - سید ناظر حسین - سید حسین ناظر - سید صلیت الحسین - سید تقی

حسن خاں - سید ظہیر احسن - خیر اندین حسنین - سید تار حسنین - سید عترت حسنین

سید مقبول العزت - سید اوصاف العزت - محمد عترت التقی - نظریاب تقی - امتیاق

محمد میراث تقی - محمد شارق تقی - اجیار التقی - محمد اذن تقی - ضمیر باقر - معظم باقر

باقر معظم - محمد اسماعیل معظم - محمد منیر کاظم - عمران الکاظم - کاظم العمران - محمد کاظم کرم

محمد فاخر کاظم - سید اکبر الدین کاظم - سید کاظم الدین اکبر - غلام مہدی اکبر - عظیم علی اکبر

سید فاروق اکبر رضی - گلزار علی حیدر - سید رضوان حیدر - امام الغازی

حیدر - سید غلام حُر - سید ظفر السجاد - سید شجاعت یحییٰ - سید مختار یحییٰ - سید

نذر الرحمن - سید مظہر اقبال - مناظر البطلین - محمد خورشید عالم - رضوان رسول بخش قاسم

مشتاق شبیر - بصاعت ید اللہ - راغب عیسیٰ - محمد ظہور عیسیٰ - محمد تاجربے عارف

بخت آدر سعید - شیخ محمد عارف - شیخ محمد اکبر حسین - شیخ حشم الدین - شیخ مسعود بخش

شیخ شان محمد - شیخ رفیق احمد - شیخ فقیر احمد - شیخ نسیم احمد - شیخ مسعود مبارک - شیخ شاہد

عباس - محمد خیرات الواحد بصیر العظیم - خلافت سلام علی - ابیاس الظفر - الوردین رضا

محمد ظل النیر - چراغ مقداد - توفیق محمد - ساعر محمد - صابر بنی - اکرام الفنی - محمد زکریا غریب

م

مرزا عصمت پنجتن - مرزا عبدالحفیظ - مرزا تقدیر التقی - مرزا محمد بشارت علی - مرزا محمد  
فیضیاب علی - مرزا ارتفاع جعفر بخشش حسن بیگ - راجہ حسن بیگ - ظل العسکری بیگ  
خیرات علی بیگ - ظفر علی بیگ - فیروز غازی بیگ - باقر غازی بیگ - مختارید الدین بیگ  
تقرب خاں - مشرف امام خاں - شرع اسلام خاں - عصمت الیاس خاں - بصیر خاں -  
محمد حیات التقی خاں - محمد متین علی خاں - خان خانان - شفیق بہادر خاں - مرحمت دہاب  
خان - شفیقت بنی خاں - شہر بنی خاں - بشرف التقی خاں - عقید حسن خاں - سرتاج بکلی خاں  
زبان السجاد خاں - توصیف موسیٰ خاں - میر ریاض محمد - میر محمد ریاض - میر الیاس رضا -  
میر رضا الیاس - امیر ترمیت المہدی - امیر محمد رضی - امیر کاظم العلہ - امیر علی کاظم -  
نواب غلام اکبر - نواب بخش محمد - نواب کراچید رضاں - آغا طفیل حیدر - آغا لطیف حیدر  
آغا مطیع حیدر - آغا صلاح حیدر - آغا صلاح حیدر - آغا نیدار امام - آغا مددگار امام - آغا  
مہربان احمد - آغا نور الدین - آغا اکبر حسین - خواجہ برکت موسیٰ - خواجہ نعمت حسین - خواجہ  
اختر حسین - خواجہ ولی التار - خواجہ تقدیر العیاس - خواجہ تونگربنی - خواجہ اقتدائے حیدر  
قاضی سراج حسین - قاضی قدیر حسین - قاضی محمد کرم ان - قاضی محمد نصیر - قاضی محمد سفیر -  
قاضی شاہد اسلام - مفتی عصمت اکبر - مفتی صدارت حسین - مفتی متقد حسین - مفتی خادم  
عباس - خلیفہ تقی حسن - خلیفہ متین حسین - پیر غازی احمد - عصمت التقی - پیرین کاظم  
قطب نظر محمد - قطب عظیم حیدر - قطب حیدر عظیم - صاحبزادہ ہند حسین - صاحبزادہ اطوار حسین  
صاحبزادہ درانت حسین - شہزادہ بشارت حسین - مجدد م شہزادہ مجدد م شہزادہ - راجہ  
اعظم عباس - راجہ ریاض عباس - جو دھری بشارت حیدر - ملک جہان مہدی - فیض  
نیک اختر بیگم - ہلیہ الفاظ بیگم - مظاہر فاطمہ بیگم بخشش سید بیگم - امتیاز البتول بیگم  
انیم البتول بیگم - اختیار زینب بیگم - تھانہ بیگم - ید اللہ اختر بیگم - فراغ بیگم نجیبہ  
زہرا بیگم - بی بی رمضان الفاظ بیگم - گوہر بیگم - گوہر عظم بیگم - منور خاتون - نامد خاتون  
رہنا خاتون - سیدہ باور خاتون - امیر باکیزہ خاتون - سیدہ اطوار خاتون - کینہ صدیقہ

خاتون - کینز خاتون مدیقہ - سیدہ زہرہ خاتون - میرک خاتم - شاہنشاہ خاتم علیہ السلام  
خاتم - شہزادی منعم فاطمہ خاتم - شکر النساء خاتم - نرہت صادقہ خاتم - شوکت الکلتوم  
کوثر الکلتوم - نمرت زہرا - سیدہ دلیشان زہرا - نیرات النساء - کینز دختر ننی - صابرہ مظہر  
حکمت فاضلہ - شہزادی شوکت میسر - نادر الخواتین -

فدوی محمد یحییٰ حسن نقوی (نامینا) متوطن بہرہ سادات ضلع بجنور (یو۔ پی)

**دائرہ تحقیق کجھوہل ایک اور نئی** **اعلا** طالب نرہہ کے وقفی کتب خانہ کی حفاظت اور ترقی بھی ہے  
مومنین یہ سکر خوش ہو گئے کہ عالی جناح جی خواجہ محمد جعفر شریف دیوبند متادام غرہ نے مسابوہ  
سے ایک عربی کتاب تحفۃ اللبیب شرح لامیۃ الحبیب فی السیالہ علامہ احمد بن ابی بکر بن  
سمیط العلوی الحضری مطبوعہ مصر ایک نسخہ عنایت فرمایا ہے جو نہایت شکر سے قبول کر کے  
دائرہ تحقیق کے توسط سے کتب خانہ میں داخل کر دی گئی - خدا مدد کو جو کچھ ایسے اور  
دوسرے ہمدردان دین و ملت کو بھی اس کتب خانہ کی ترقی کی طرف توجہ کرے -

**تقریبات** اگر ششہ چند مہینوں میں بکثرت کتابیں اور رسائل دفتروں میں موصول ہو کر فہرست

ان پر تقریظ لکھنے کا موقع نہیں ملا - صرف چند پر اس نمبر میں مختصر مقررہ کر دیا جاتا ہے (۱)  
الحیاسن - علوم عربیہ کے بڑے ماہر علامہ جاحظ عثمانی کی کتاب الحیاسن دلائل و ادیان میں ایک  
باب للعافوہ ہے جس میں مصنف نے خاندان بنی ہاشم و بنی امیہ میں مقابلہ کر کے بنی ہاشم کی  
افضلیت و اشریت کو نہایت جامعیت سے ثابت کیا ہے - اس میں دونوں خاندانوں  
کے بکثرت تاریخی واقعات و حالات درج ہیں - ہماری قوم کے مشہور مولف جناح بہادر  
سید اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی ساکن کو اٹھ ضلع آ رہہ دامت غرہ مولف سیر چارہ مصنفین  
علیہم السلام نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کر کے چھپوایا - جو بہت مفید - ضروری اور قابل قدر  
علمی خدمت ہے - بڑی تقطیع کے ۴۰ صفحہ پر شائع ہوئی ہے - علم دوست حضرات اس  
کتاب کو بھی ضرور دیکھیں کہ خاندان رسالت اور اسکے مقابلہ کے مشہور خاندان کے مفصل

حالات اور مخفی اسرار بھی اس سے معلوم ہو گئے۔ انیسویں قیمت مرقوم نہیں (۲) متعادل اسلام۔ امامیہ  
 مشن لکھنؤ کا یہ دسواں تیلیپی رسالہ ہے جس میں ہم کی حقیقت غرور اور تالیف کو بہت تفصیل  
 تحقیق اور جامعیت سے لکھا ہے۔ قرآن مجید۔ تفسیر اور احادیث اہلسنت سے اس کے  
 ہر پہلو پر بہت تشفی بخش بحث کی ہے۔ یہ رسالہ نہایت مفید اور اس قابل ہے کہ اسکے کوئی  
 کمی نسخے خرید کر مخالفین میں مفت شائع کئے جائیں۔ امامیہ مشن کی اس دینی خدمت کی جو  
 قدر کی جائے بجا ہے اور اسکے مصنف فاضل محقق جناب مولوی سعید علی نقی صاحب  
 دامت فیضہ کا جس قدر شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔ خدا مہر کی عمر اور قوت میں ترقی دے کہ علمی  
 تحقیقات کے ذخیرے تقسیم کرتے رہتے ہیں قیمت صرف ۸ (۳) تجارت اور اسلام۔ یہ بھی  
 فاضل محقق موضوع ہی کے زور قلم کا نتیجہ ہے جس میں کسب معاش، محنت و مشقت، جدوجہد  
 اور خصوصاً تجارت کے متعلق وہ احکام و معلومات درج کئے ہیں جو اسلام اور ارکان اسلام  
 نے بتائے اور کر کے دکھائے ہیں۔ مسلمانوں نے آج اپنے اس قوم کی شکل کو بہت زیادہ ترک کر دیا۔  
 جسکی وجہ روز بروز کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ کاش وہ سب اس رسالہ کو دیکھتے اور اس کے  
 مشوروں پر عمل کرتے تو چند ہی دنوں میں انکی حالت درست ہو جاتی۔ رسالہ بہت مفید ضروری اور  
 قابل قدر ہے۔ کیا خوب ہو کہ ذاکرین ہر سال محرم کی مجلسوں میں ان مطالب کو بھی بیان کر دیا  
 کریں قیمت صرف ۳۔ امامیہ مشن لکھنؤ سے طلب کریں۔ (۴) مقدمات سیالکوٹ۔ سیالکوٹ  
 میں عزاداری کے متعلق شیعوں پر کئی مقدمہ قائم کئے گئے اور وہاں کے مؤمنین کو انکی وجہ سے  
 سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑا اگر انھوں نے استقلال کو راہ دیا اور پورے اطمینان سے ان مقدمات  
 میں پیروی کی جس سے حق واضح ہو گیا۔ اوشیوں کی عزاداری میں جو رکاوٹیں پیدا ہو گئی تھیں  
 وہ سب دور ہو گئیں۔ مکرم و محترم جناب سید عنایت علی شاہ صاحب ایڈیٹر اخبار درخت سیالکوٹ  
 و صدر انجمن شیوعہ سیالکوٹ نے ان کل کارروائیوں کو ایک رسالہ کی صورت میں شائع کر کے نہایت  
 ضروری خدمت انجام دی کہ ابتداءً انتہاء تک مقدمہ کی روداد اس سے معلوم ہو جاتی اور بہت  
 ضروری نظیروں کا قیام ملتا ہے۔ مؤمنین ضرور ایک ایک نسخہ منگا کر رکھیں۔ عربی نام غلط لکھ گیا ہے۔  
 قیمت ۵

بھی اُن لوگوں نے جواب دیا کہ نہیں ہم لوگوں کو کوئی مرض (یا شرعی عذر) بھی نہیں ہے۔ جب ہر طرح اُن لوگوں کا تصور ثابت ہو گیا تو حضرت امیر المومنین ہنس دیتے اور پوچھا کیا تم لوگ اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں۔ اُن لوگوں نے کہا گواہی دیتے ہیں۔ تب حضرت نے اُن لوگوں کو سپاہیوں کے حوالہ کیا اور اپنے ساتھ سب کو کوفہ کے باہر لے گئے اور حکم دیا کہ ایک گڈھا کھودا جائے۔ پھر اس کے قریب سنا گڈھا کھودا جائے۔ فوراً دونوں گڈھے کھوفے گئے اور ان دونوں کے درمیان جو دیوار تھی اس میں ایک چھوٹا سوراخ بنا دیا گیا تب حضرت نے فرمایا کہ سنو میں تم سب کو ایک گڈھے میں رکھ کر دوسرے گڈھے میں آگ روشن کرادوں گا جس کا ڈھواں اس دیوار کے سوراخ سے تم لوگوں کے گڈھے میں آئیگا اور تم لوگوں کو ہلاک کر دیں گالہ بی بیو سنا آپ نے کہ روزہ نہ رکھنے کی سزا دنیا میں بھی کتنی سخت اور آخرت میں بھی کیسی ہولناک ہے۔ اس زمانہ میں مذہبی باتوں سے لوگ بے پروا ہوتے جاتے ہیں۔ نماز روزہ چھوڑ دینا بھی ایک نشن ہوتا جاتا ہے اور مذہب سے آزادی کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔ اس وجہ سے شدید ضرورت ہے کہ ہم لوگ اپنی اولاد اور شیعہ داروں کو تاکید کریں۔ روزہ تو ہماری ہی بھلائی کی عبادت ہے۔ اس ہماری صحت دیرست رہتی ہے۔ یورپ اور امریکہ کے بہت سے ڈاکٹروں کی تحقیق ہے کہ روزہ رکھنے سے انسان کے بن کی بہت



سی بیماریاں جاتی رہتی اور اُسکی صحت اچھی رہتی ہے۔ اس سے دماغی قوتوں کی ترقی اور عہدہ کی اصلاح ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے خدا نے انتہاء رحم سے اس کا حکم صرف اُن لوگوں کو دیا ہے جو اچھے ہوں اور بیماری میں مبتلا نہ ہوں۔ جس حکم یا ڈاکٹر کو روزہ رکھنے کی عادت ہوتی ہے اُس سے اگر دریافت کیا جائے کہ بتائے آپ کو روزے سے فائدہ ہوتا ہے یا نقصان تو وہ فوراً جواب دینگا کہ اُس روزہ برابر بھی نقصان نہیں ہوتا اور نہ ہو سکتا ہے بلکہ یہ سراسر فائدہ ہی فائدہ کا کام ہے۔ اللہ صلی علی محمد و آل محمد۔ ہاں جو ڈاکٹر روزہ نہیں رکھتے بلکہ نماز بھی نہیں پڑھتے نہ کسی عبادت کو کرتے ہیں وہ اگر روزے کی بھی عبادت نہ کریں تو انکی بات کیسے مانی جاسکتی ہے روزے کے ساتھ ماہِ رمضان میں دوسری عبادتوں کا ثواب بھی بہت ہے۔ جیسے نماز شب پڑھنا۔ دن کو قرآن مجید پڑھنا لکھنا بہت سے مسلمانوں میں تراویح کا رواج ہو گیا ہے جس کو نہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنا اس کا حکم دیا بلکہ جو صاحبِ اعجاز حضرت کے دورِ خلیفہ ہو گئے انھیں نے اس کی ایجاد کی لہٰذا اسی وجہ سے اُس مذہب کے بڑے بڑے عالم بھی اس تراویح کو بدعت کہتے ہیں اور اگر ایسی ہی کئی بات بتاتے ہیں۔ ان کے ایک بڑے عالم نے لکھا ہے حضرت فلاں نے تراویح کی ایک جماعت کر دینے کی اہمیت کہا یہ بدعت اچھی ہے۔۔۔ اور بدعتِ اس کو اس لئے کہا کہ حضرت ص نے تراویح اس انتظام کے ساتھ نہیں پڑھی تھی کہ وہ ایک

۱۵ تاریخِ خلفاء ص ۹۳ وغیرہ ۱۵ اوار اللغۃ پارہ ۲ ص ۱۹

بڑے عالم نے لکھا ہے کہ حضرت فلاں پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے  
لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ایک امام اُن کو ماہِ رمضان میں  
تراویح پڑھایا کرے اور اس کا فرمان لکھ کر تمام شہروں میں جاری  
کر دیا۔ ایک اور عالم نے لکھا ہے کہ سلمہ ہجری میں (آنحضرتؐ  
کے انتقال کے ساڑھے تین سال کے بعد) حضرت فلاں نے ماہِ  
رمضان میں لوگوں کو نماز تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔ خود فلاں صاحب  
نے بھی تراویح کو بدعت کہا ہے۔ اور حضرت رسولؐ خدا صلعم نے فرمایا  
ہے کہ بَدْعٌ مُّضَلَّاةٌ۔ ہر بدعت گمراہی ہے۔ جب ہر بدعت گمراہی  
ہے تو ماہِ رمضان کی تراویح بھی گمراہی ہوئی۔ صرف تراویح ہی نہیں اور  
بھی کئی باتیں بڑے تعجب کی ہیں۔ جیسے پہلے صاحب کے بارے میں  
ہے کہ انھوں نے سحر کھانا شروع کیا تو حکم دیا کہ دروازہ بند کر دیا  
جائے تاکہ معلوم ہی نہ ہو کہ صبح ہو گئی۔ اسکی وجہ یہ لکھی ہے کہ صحابہ  
کی رائے یہ تھی کہ خوب اچھی طرح صبح ہو جانے اور روشنی پھیل جانے  
کے بعد بھی سحری کھانا جائز ہے۔ اور پہلے صاحب کی بیٹی اسماء  
بیان کرتی تھیں کہ حضرت رسولؐ خدا صلعم کی زندگی میں ایک دن آسمان پر اُتر  
تھا تو ہم لوگوں نے روزہ کھول دیا اس کے بعد اُتر ہٹ گیا تو آفتاب  
نکل آیا۔ اور دوسرے صاحب نے ایک دن جب آسمان پر اُتر تھا روزہ  
کھول لیا اس کے بعد ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ ذرا آپ نے

۱۔ تاریخ طبری جلد ۵ ص ۲۲۵ مروج الذهب جلد ۵ ص ۱۳۲ صحیح بخاری مشکوٰۃ  
جلد ۲ ص ۹۹ لکھ انوار اللغات پارہ ۲ ص ۲۵۰ فقہ شرح صحیح بخاری پارہ ۷  
ص ۲۵۶ صحیح بخاری پارہ ۸ ص ۲۸۹

روزہ کھول دیا) ابھی تو آفتاب نکلا ہوا ہے۔ فرمایا جانے دو کچھ رمضان  
 نہیں ہے لہ ماہ رمضان میں شب قدر بھی ہے۔ اس رات کی  
 اتنی فضیلت ہے کہ خدا نے اس کو ہزار مہینوں سے بہتر فرمایا ہے۔  
 بعض مسلمانوں نے ماہ رمضان کی ستائیسویں رات کے شب قدر  
 ہونے پر بہت زور دیا ہے مگر انھیں لوگوں کی متبرہ حدیثوں میں ہے  
 کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ شب قدر بیسویں  
 رات ہی کو سمجھو لے اسی وجہ سے ہم لوگ بھی اس رات کو زیادہ عبادت  
 کرتے۔ رات بھر جگتے اور شب قدر کے اعمال بجالاتے ہیں۔ کیونکہ  
 اس رات عبادت اور اعمال کی بڑی تاکید ہے۔ ہمارے بزرگ و سال  
 کے دوسرے دنوں میں بھی بہت زیادہ اعمال کرتے تھے۔ جسے حضرت  
 امام علی رضا علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے حضرت امام موسیٰ کاظم  
 سے کہا کہ حضرت علی رضا کے دودھ پلانے کو ایک دائی رکھ دیجئے۔  
 حضرت نے پوچھا کیا تم کو بولا دودھ نہیں ہوتا؟ انھوں نے عرض کی  
 دودھ تو پورا ہوتا ہے۔ مگر ان کے میدانے سے پہلے میں جس قدر  
 عبادت کرتی۔ نماز اور دعائیں پڑھتی تھی وہ اب کم ہو گئی ہیں۔ اس  
 سے چاہتی ہوں کہ ایک دائی آجائے جس سے مجھے مہلت ملا کرے اور  
 اپنی عبادت وغیرہ اسی طرح کروں سمی اللہ علی محمد و آل محمد۔  
 سبحان اللہ کیا نورانی گھر تھا جس کی عورتوں تک کو اپنی اولاد کی  
 خدمت سے زیادہ پیاری خدا کی عبادت ہوتی تھی۔ جب حضرت کی

لے کنز العمال جلد ۴ ص ۳۲۷ ۵۲ کنز العمال جلد ۴ ص ۳۳۶ و تفسیر منثور جلد ۶

ص ۳۷۳ وغیرہ ۵۳ وسیلۃ النجاة ص ۳۷۳

ماں کو عبادت کا اس قدر شوق تھا تو آپ کی بہن جناب فاطمہ کو کس قدر ہوگا۔ کیونکہ وہ تو ایک امام کی بیٹی اور دوسرے امام کی بہن تھیں اور بہن بھی کیسی جو اپنے بھائی سے اس قدر محبت کرتی تھیں کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام مامون کی طلب پر مدینہ سے خراسان تشریف لائے اور جناب فاطمہ کو حضرت کی خیریت کا حال کسی طرح معلوم نہ ہو سکا تو بہت دنوں تک حضرت کی جدائی میں رویا کیں۔ پھر بے تاب ہو کر خود بھی مدینہ سے چل کر خراسان کی طرف روانہ ہوئیں۔ جب منزلِ سادہ پر پہنچیں تو وہاں بیمار ہوئیں وہیں لوگوں سے پوچھا کہ یہاں سے شہرِ قم کتنی دور ہے۔ لوگوں نے کہا کہ دس فرسخ (۲۵ میل) ہے۔ فرمایا مجھے جلدی ہوا تک پہنچا دو۔ جب آپکی سواری شہرِ قم کے قریب پہنچی اور قم والوں کو خبر ہوئی تو اس شہر کے بڑے بڑے اور غرزد لوگ سب شہر کے باہر حضرت کے استقبال کو آئے۔ سب کے آگے ان لوگوں کے سردار موسیٰ بن خرزج تھے۔ وہ حضرت کی خدمت میں پہنچے اور آپکی اونٹنی کی مہار اپنے ہاتھ میں لے لی۔ پھر سب لوگ بیدل نہایت ادب سے حضرت کی سواری کے ساتھ ساتھ چلے اور جناب فاطمہ کو قم میں پہنچا دیا اور بڑی عزت و شان سے مہمانداری کرنے لگے مگر آہ آہ جب جناب فاطمہ قم کے اندر پہنچیں تو دیکھا کہ سب کے سب سیاہ ماتھی لباس پہنے ہیں۔ تمام شہر ماتم دار ہے اور ہر گھر سے رونے پینے اور ماتم کرنے کی آواز بلند ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کس کا ماتم ہے۔ یہ سننا تھا کہ سب لوگ اور رونے لگے

اپنے عامے زمین پر پھینک دیئے اور عرض کی کہ اے شاہزادی کئی دن ہوئے کہ آپ کے بھائی رسید۔ بے کس حضرت غریب الغریب امام علی رضا علیہ السلام کو مامون نے زہر سے سہید کر دیا۔ اسی وقت سے ہم لوگوں کے ہر گھر میں ماتم ہو رہا ہے۔ آہ آہ جیسے ہی جناب فاطمہ نے اپنے بھائی کی یہ خبر سنی آپ کا عجب حال ہوا ڈاڑھیں مار کر روتی۔ چھیختی۔ فریاد کرتی اور فرماتی تھیں ہاے ہمارے غریب مسافر بھائی! ہمارے سردار۔ کاش مجھے موت آگئی ہوتی اور آپ کی شہادت کی خبر نہیں سنتی۔ اس کے بعد جناب فاطمہ سترہ روز تک اپنے بھائی کے غم میں روتی رہیں اور روتے روتے دنیا سے انتقال کر گئیں۔ پھر تو شہر قم میں قیامت برپا ہو گئی اور وہاں کے مومنین نے اُن حینت کو وہیں دفن کر دیا اور قبر پر ایک کمرہ بنوادیا پھر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی بیٹی زینب نے جناب فاطمہ کا روضہ بھی بنوادیا۔ جب سے لوگ حضرت کو مضمومہ قم کہنے لگے اور برابر وہاں زیارت کو جاتے ہیں لے مدینہ سے جناب فاطمہ کے روانہ ہونے کے متعلق شاعر نے لکھا ہے ۵

بھائی کی مشتاق تھی موسیٰ کی وہ دختر	سایہ بھی جو ملتا تو ٹھہرتی نہ وہم بھر
ہرم تھی مناجاة کہ اے خالق اکبر	اب جلدی ملے مجھ کو حضوری برادر
جو حکم ترا ہو گا بجا لائیگی لونڈی	ابیر جو ہوئی گی تو مرجائی گی لونڈی
اب مجھ کو زمین طوس کی دکھلا کر مولا	مشتاق ہوں بھائی کی نہ تر پامر مولا
راحت ہے گزرتی ہے جو ایدامر مولا	بڑا دل عاجز کی تمنا مرے مولا

امید عنایت ہی غریب الغریبا کو ۔ تو رہ نہیں کرتا ہے مسافر کی دعا کو  
 اور جب تم میں آپ کو حضرت کی شہادت کی خبر ملی اُس وقت کے  
 بارے میں شاعر نے لکھا ہے کہ وہاں کی عورتیں جناب فاطمہ سے کہتی

تھیں ۵

صابر رہو کہ تبصا بر کا ہے جلیل      جامی کوئی نہیں ہے تو اللہ کی فیل  
 راہِ خدا میں بھائی تمہارے ہو قلیل      بخشش کی عاصیوں کے نکالی ہو سبیل  
 امت وہ ہے جسکی نبی کرتے تھے ثنا      امت وہ ہے جس پہ ہمیشہ رہے فدا  
 فرماتے تھے زبان مبارک سے بارہا      امت مجھے عزیز ہے اولاد سے سوا  
 دنیا میں ایک دم بھی غفلت دعا سے کی      مہراج کو گئے تو شفاعت خدا سے کی  
 بایں یسین کے رونے لگی اور زار زار      شہد رکھ رہے تھے واں پر مہمان ہمار  
 سر نیا پیٹ کے یہ پکاری وہ سو گوار      ہی کی یہی ہے امتِ محبوب کرو گوار  
 کرتے ہیں خونِ امامِ فلکِ اشقام کا      بدلا یہی ہے الفتِ خیر الانام کا  
 بی بیو! آپ نے سنا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی بہن فاطمہؑ میں آئیں  
 تو شہر والوں نے کس قدر عزت کی۔ استقبال کو شہر سے باہر آئے  
 شہر کے سردار نے آپ کے ناقہ کی مہار تھامی۔ اچھے گھر میں لے جا کے  
 مہمان کیا مگر آہ حضرت امام حسینؑ کی بہن حضرت زینبؑ کی کیا عزت کی گئی  
 جس کے سینے سے کیجا پھٹتا ہے۔ شاعر نے لکھا ہے ۵

زندیاں میں جب کہ آلِ پیر ہو آسیر      کوئین کے امیر کھلے سر ہوئے اسیر  
 سب شہرہ دار حیدر و صفدر ہوئے اسیر      وحشت سرا میں عرش کے گوہر ہوئے اسیر  
 وہ بیبیانِ پیر تھیں اُس قصرِ دشت میں      بین چکی لونڈیوں کیلئے گھر بہشت میں  
 بستی وہ فاطمہ کی کہاں اقدوہ کھر اُچاڑ      جانوں پر تھی بنی ہوئی قسمت کا تھا بجاڑ

کیا دلِ گلید کہ شامِ چمنِ بہار کو اڑ  
 گھر کے چھت کو بی بیاں ہر بار بھی تھیں  
 ایک ایک کسیر کہتی تھی زینب جگر تھار  
 مجبور جو غریب ہوں کیا انکا اختیار  
 ہے جا کر چالِ خیر مشرقین پر  
 غارتِ کروش لوٹ لیا کہنہ سیر بہن  
 ہے ہے وہ شبِ بہار طسی اور کر بلا کا بن  
 سیا سا گلہاڑ کے مو جب کی لہ میں  
 رستی مری گلی کی کوئی کھول دے آ کر  
 نکلی میو جے یہ نہیں درکار رہا ہر  
 ممکن ہے یہ کہ لاش کو زینب نہ پایہ بھی  
 کہنے لگی یہ اٹھ کے سکنینہ جگر تھار  
 چھپک چلی گئیں تو میں کو بھی زار زار  
 مری جاؤ بھی اگر پردے ملاؤ گی  
 رو کر تب اس یتیم سے زینب یہ کہا  
 بے کس سیر دامِ بلا غم کی مبتلا  
 بھائی کی لاش باہر گر رہے پانی میں  
 کہنے لگی یسے سکنینہ بہ چشم تر  
 حاکم کو گھر میں قید ہیں سلطانِ بحر و بر  
 سچ کہتی ہوں شاہِ خوش انجام آئیں گے  
 معلوم ہو گیا مجھے بہلاتے ہیں یہ سب

دیوارِ یمنیں بلند کہ چھاتی یہ تھے بہار  
 ٹوٹے مکان کی رات کو گڑیاں سر کر کہتی تھیں  
 لائی تہ اس گاہ کے تھے ہم گناہ گار  
 سایہ تو ہے سر پہ کہ دستِ کر دگار  
 کیا گزری ہوگی دھوپ میں لاشِ حسین پر  
 وہ ریگ گرم اور وہ عریانی بدن  
 کس طرح جائے بھائی تلک کیا کہ بہن  
 سوئی ہے میں نے لاش اُسی کی پناہ میں  
 مقتل کو ڈھونڈتھی ہوئی جاؤں پر نہ ہر  
 رستے میں پوچھ لوں گی کہ ہے کربلا کدھر  
 بھائی کھون کی ٹوٹے کو سول آئے گی  
 لیتی چلو مجھے بھی پھونھی تم یہ میں شمار  
 تم نے بھی کیا جھلاؤں سے ہمارا پیار  
 کیا اس اندھیر گھر میں مجھے چھوڑ جاؤ گی  
 داری کہاں میں اور کہاں دشتِ کربلا  
 قیدی کو کون جانے کی دیگا بھلا بھلا  
 زندان میں قید ہونے کو کا ہے کو اتنی میں  
 ہے ہے پھونھی آئیں گے اب مری پر  
 اب مجھ کو نیند کا سیکو آئیگی رات بھر  
 اماں تو کہتی تھیں کہ شام آئیں گے  
 تامل نہ جا قید میں گھٹ کر پشہ لب

کیا اصل اس چھپتے شایعوں کی آپ میں کس بلا میں پھنس گئی یا ان کے غصہ یہ لوگ کبھی منصف نہ تائیں گے میں نبی جاں دوں گی جو باہر آئیں گے

محکم ۲۶ جس میں زکوٰۃ کا حکم بیان کیا گیا۔  
چھ بیسویں میں حضرت امیر المومنینؑ کی زکوٰۃ اور سخاوت لکھی گئی حضرت کی افضلیت کے بارے میں خلیفہ موم نے اپنے عالموں سے جو زبردست مناظرہ کیا اس کا خلاصہ ذکر کیا گیا۔ پھر حضرت امام رضاؑ کی بہن حضرت فاطمہ معصومہؑ کی وفات کا حال لکھا ہے اور آخر میں بلہیت کے شام کی مصیبتیں تحریر کی گئی ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا فرماتا ہے:- وَ اَقِمُوا الصَّلَاةَ وَ آتُوا الزَّكَاةَ وَ مَا تَقَدَّمُوا لَكُمْ فَكُسِّرْهُ مِنْ خَيْرٍ تُجِدُوهُ عِنْدَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ تَقْوُونَ بَصِيرٌ یعنی اے ایمان والے مردو اور ایمان والی بیو۔ تم لوگ نماز پڑھتی اور زکوٰۃ دیتی رہو اور تم جو کچھ بھلائی اپنے لئے خدا کے ہاں پہلے سے بھیج دو گئی اس کے ثواب کو وہاں ضرور موجود پاؤ گے۔ یقیناً اللہ ہر اس چیز کو دیکھتا رہتا ہے جو تم لوگ کرتی ہو اس آیت میں خدا ہم لوگوں کو نماز۔ زکوٰۃ اور خیرات کا حکم دیتا ہے زکوٰۃ ایسا ضروری کام ہے کہ خدا نے قرآن مجید ہی بہت سی آیتوں میں اسکی تاکید کی ہے اور نماز کے ساتھ ساتھ اس کو بھی فرما دیا ہے اسی وجہ سے فروع دین میں نماز روزہ کے ساتھ زکوٰۃ کو بھی رکھا ہے



کہ ہر مرد اور عورت سمجھے کہ خدا نے ہم لوگوں پر صرف نماز و روزہ ہی واجب نہیں کیا ہے بلکہ غریبوں کی مدد کرنی محتاجوں کی خبر گیری کرنی۔ یتیموں۔ یتیموں کی حاجت روائی کرنی بھی بہت ضروری ہے جس کو خدا اپنی عبادت (نماز) کے ساتھ ساتھ کہتا ہے۔ اب جو لوگ خرچ کے خیال سے اس عبادت زکوٰۃ کو نہیں کرتے اور غریبوں۔ محتاجوں کا حق مار لیتے ہیں اُن پر خدا قیامت میں اتنا عذاب کرے گا کہ آج ہم لوگ اس کا خیال بھی کریں تو بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ اس زکوٰۃ کا خدا کو اس قدر اہتمام ہے کہ قرآن مجید میں جتنی دفعہ اسکی تاکید کی ہے اس کا گننا مشکل ہے مگر بحاس دفعہ سے زیادہ تو بہت ہی تاکید کی ہے۔ پھر ایسے حکم سے مخالفت کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے۔ جو لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں خدا ان کو بہت بڑا بدلہ بھی دے گا۔ ایک آیت میں فرمایا ہے کہ یقینی بات ہے کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائیں گے اور اچھے کام کریں گے اور نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیتے رہیں گے اُن کو خدا کے ہاں اچھا بدلہ ملیگا اور انھیں نہ کسی بات کا ڈر ہوگا نہ کسی چیز کا وہ افسوس کریں گے عہ ایک اور آیت میں فرمایا ہے کہ جو لوگ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے اور اللہ اور قیامت پر ایمان رکھے رہیں گے اُن لوگوں کو خدا بہت بڑا اجر دیگا ایک اور آیت میں فرمایا ہے کہ ہمارا رحمت سب کو شامل ہے ہم اُس کو خاص کر اُن لوگوں کے نام لکھ لیں گے جو اللہ سے ڈرتے

مجلس خاتون

جلد ۳ نمبر ۱۲

اور زکوٰۃ دیتے رہیں گے اور جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھیں گے  
ایک اور آیت میں فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگ توبہ کریں اور نماز پڑھتے  
اور زکوٰۃ دیتے رہیں تو اُن کا رستہ چھوڑ دو (اُن کو کوئی ٹوٹ نہیں  
کیونکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے) اسی طرح بہت سی آیتوں  
میں بڑی بڑی خوش خبری دی ہے۔ اللہ صلی علی محمد و آل محمد  
حدیثوں میں بھی زکوٰۃ کی ضرورت اور اس کی اداکاری پر بہت  
زور دیا ہے اور جو لوگ اس کو دیتے ہیں اُن کا بڑا ثواب لکھا  
اور جو نہیں دیتے اُن کا سخت سے سخت عذاب بیان کیا ہے۔  
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ خدائے زکوٰۃ کو  
اسی طرح واجب کیا ہے جس طرح نماز کو واجب کیا ہے۔ اور  
حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے تھے کہ تم لوگ زکوٰۃ سے  
اپنے مالوں کی حفاظت کرو (کہ اگر زکوٰۃ دو گے تو تمہارا مال بچے گا  
نہیں تو پچاسوں فتنے سیکڑوں مصیبتیں ایسی آئیں گی کہ تمہارا سب  
مال خریج ہو جائیگا) حضرت امام جعفر صادق ؑ فرماتے تھے کہ جب  
زکوٰۃ کی یہ آیت ماہ رمضان میں نازل ہوئی کہ اے پیغمبر یہ لوگ اپنے  
مال کی زکوٰۃ دیں تو لے لیا کرو کہ زکوٰۃ کے قبول کرنے سے تم انکو  
(گناہوں سے) پاک و صاف کر دو گے۔ حضرت رسول خدا ﷺ  
نے ایک منادی کو حکم دیا کہ سب لوگوں سے پکار کر کہ آئے کہ اللہ  
تعالیٰ تم لوگوں پر زکوٰۃ اُسی طرح واجب کر رکھی ہے جس طرح نماز  
واجب کی ہے۔ اور حضرت امیر المومنین نے فرمایا ہے کہ تم لوگ یا بندے  
میں سے ادا کیا کرو اور کبھی اسے چھوڑنا نہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ مسلمانوں

کے لئے خدا نے زکوٰۃ کو نماز کا جوڑا بنایا ہے کہ ان دونوں کا سوا سے یہ لوگ خدا کی نزدیکی حاصل کریں گے۔ ایک دفعہ حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے بڑے بیٹے حضرت امام حسنؑ سے پوچھا کہ تباؤ سخاوت کس کو کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ خوش حالی اور تنگ حالی دونوں میں غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کا نام سخاوت ہے۔ اور حضرت امیر المومنینؑ نے اپنی وصیت میں فرمایا ہے کہ لوگو! خدا کے واسطے زکوٰۃ مت چھوڑ دینا۔ دیکھو زکوٰۃ کے بارے میں اللہ سے بہت ڈرتے رہنا۔ زکوٰۃ ایسی ضروری چیز ہے کہ جب یہ دے دی جاتی ہے تو تمہارے خدا کا غضب جاتا رہتا ہے (یعنی جب تک تم زکوٰۃ نہیں دو گے خدا تم پر غضبناک ہی رہے گا) حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ خدا نے بہت باتوں میں نماز کے ساتھ ہی ساتھ زکوٰۃ کا حکم دیا ہے تو جو شخص نماز پڑھے گا مگر زکوٰۃ نہیں دے گا اسکی گواہ نماز بھی نہیں ہوگی (یعنی خدا اس نماز کو قبول ہی نہیں کرتے گا)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے کہ جو بندہ اپنے مال کی ذرہ برابر بھی زکوٰۃ روک لیگا یعنی اس کو داد نہیں کرے گا خدا اتنے مال کو بھی قیامت کے دن آگ کا ایک اڑوہا بنا کر اسکی گردن میں لپیٹ دے گا کہ جب تک وہ شخص نے اعمال کا حساب دینے میں لگا رہیگا اُس وقت تک وہ آگ کا اڑوہا اس کے بدن کا گوشت نوچ نوچ کر کھاتا رہیگا۔ اسی کو خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَتَكَلَّمُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ - بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَسَيُطَوَّقُونَ مَا بَخُلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
یعنی جن لوگوں کو خدا نے اپنے فضل و کرم سے مال اور دولت  
دی ہے اور وہ اس میں سے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے  
بلکہ کنجوسی کرتے ہیں وہ اس کنجوسی کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں بلکہ  
یہ تو ان کے حق میں بہت ہی بُری ہے۔ کیونکہ جس مال میں یہ  
لوگ کنجوسی کرتے ہیں بہت جلد قیامتہ کے دن اُس کا طوق  
بنا کر ان کے گلے میں پہنا دیا جائیگا (پ ۹ ع ۹)۔ اور حضرت امام  
جعفر صادق علیہ السلام بھی فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے مال سے  
زکوٰۃ نہیں دے گا اس کی گردن میں ایک سانپ طوق بنا کر  
پہنا دیا جائیگا جو اس کے دماغ کا گودا نکال نکال کر کھاتا رہیگا  
لہٰذا صاحبِ کوک حضرت امیر المومنین کے شیعہ ہیں وہ اگر زکوٰۃ نہ دیں  
تو تعجب کی بات ہے۔ کیونکہ حضرت تو واجب زکوٰۃ کا کیا کہنا ہے  
جو زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی وہ بھی بہت دیتے اور کثرت سے خیرات  
اور صدقات میں اپنا مال خرچ کرتے تھے۔ آپ درود پڑھیں  
تو میں حضرت کی سخاوت کا حال بیان کروں اللہ صل علی محمد و آل  
محمد۔ ایک بڑے صحابی بیان کرتے تھے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
کا معمول تھا کہ جب کسی شخص کے جنازے پر تشریف لے جاتے  
تو اس کے اعمال کو نہیں پوچھتے بلکہ صرف یہ دریافت فرماتے کہ  
اس پر کسی کا قرض ہے یا نہیں۔ اگر کہا جاتا کہ اس پر قرض ہے تو  
اسکی نماز نہیں پڑھاتے۔ ایک دفعہ حضور ایک جنازے پر

جب تکچہ کے ارادے سے کھڑے ہوئے تو پوچھا اس پر کسی کا قرض تو نہیں ہے، لوگوں نے عرض کی آپ اس قدر دنیا داروں (اشرفیوں) کا قرض ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت خود تو بیٹھ گئے اور ان لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے عزیز کی نماز جنازہ خود ہی پڑھ لو۔ مگر جناب میر علیہ السلام نے فوراً عرض کی کہ یا حضرت ان دیناروں (یعنی اشرفیوں کا) ادا کرنا میرے ذمہ ہے اب اس پر اس کا بار نہیں رہیگا۔ یہ سن کر حضرت اُٹھے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا اے علیؑ خدا ہمیں نیک جزا دے اور ہمیں بھی قرض سے آزاد رکھے جس طرح تم نے اپنے ایک اسلامی بھائی کو قرض سے آزاد کر دیا ہے اے اللہ صلی علی محمد و آل محمد۔ ایک بہت بڑے عالم حضرت اکی سخاوت کی کا ذکر کرنے لگے تو کہا کہ حضرت علیؑ دینا بھر کے لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور آپ صرف خدا کی خوشی کے لئے سخاوت کو اتنا دوست رکھتے تھے کہ جب کسی نے کوئی چیز مانگی تو حضرت نے اس سے "نہیں" کبھی بھی نہ کہا۔ حضرت کی یہ حالت تھی کہ دینہ کے یہودیوں کے بارغ میں مزدوری کرتے اور اپنے ہاتھ سے ان کے باغوں میں پانی پٹایا کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت کے ہاتھوں میں آبلے پڑ جاتے تھے اور اس مزدوری کے پیسے بھی آپ خیرات کر دیتے تھے۔ اور اُس وقت خود حضرت کی یہ حالت ہوتی تھی کہ بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھے رہتے تھے اے بس حضرت کی سخاوت کی حد ہوئی

کہ روپیہ اور اشرفی کا کیا ذکر ہے اپنی تلوار بھی مانگنے پر دے دیتے تھے۔ ایک بڑے عالم نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کسی لڑائی میں ایک کافر سے لڑا ہے تھے۔ لڑتے لڑتے کافر نے کہا کہ یا علی آپ اپنی تلوار مجھے دیں۔ حضرتؑ نے فوراً اسکی طرف بڑھا دینی۔ کافر نے تلوار ہاتھ میں لے کر کہا کہ آپ تلوار تو مجھے دے چکے۔ اب آپ مجھ سے کیسے بچ سکیں گے؟ جناب امیرؑ نے فرمایا جب تم نے بھیجک کی طرح میرے سامنے ہاتھ بڑھایا تو میری مروت نے اجازت نہیں دی کہ سائل کا سوال رد کر دیا جائے اگرچہ وہ سائل کافر ہی کیوں نہ ہو۔ حضرتؑ کے اس جواب اور بخشش کا اُس کافر پر ایسا اثر ہوا کہ فوراً مسلمان ہو گیا اے اللہم صل علی محمد و آل محمد۔ غرض جس صفت میں دیکھئے حضرت امیر المومنینؑ کی شان سب سے بڑھی ہوئی یلگی۔ سخاوت۔ عبادت۔ شجاعت۔ عدالت۔ ایمان۔ علم۔ صفت میں آپ ہی سب مسلمانوں سے افضل تھے۔ اسی وجہ سے مشہور خلیفہ مامون رشید نے اپنے زمانہ کے بڑے زبردست چالیس علماء اہلسنت سے اس بات پر مناظرہ کیا کہ حضرت علیؑ سب صحابہ سے افضل تھے۔ وہ چالیس علماء اپنے خلیفہ اول و دوم اور سوم کو افضل کہتے مگر جو دلیل بیان کرتے مامون اس کا جواب ایسا صاف دیتا کہ پھر ان کو چپ ہی ہو جاتا پڑتا تھا اور وہ حضرت امیر المومنینؑ کی افضلیت کی دقتیں ایسی زبردست پیش کرتا کہ وہ چالیس علماء ان دلیلوں کے سامنے کچھ

بول نہیں سکتے تھے۔ مامون نے اُن چالیس علماء سے کہا کہ یقیناً میرا مذہب یہ ہے کہ حضرت علیؑ حضرت رسولؐ کے بعد سب خلفاء سے افضل اور کل آدمیوں میں وہی خلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔ ان علماء نے اسکی دلیل پوچھی۔ تو مامون نے بڑی زبردست لمبی تقریر کی سب کے بیان کا موقع نہیں۔ اسی میں اُس نے یہ بھی کہا کہ حضرت اول و دوم و سوم تینوں خلیفہ کی فضیلت میں جتنی حدیثیں ہیں وہ سب ملکر بھی حضرت علیؑ کی فضیلت کی حدیثوں سے کم ہیں جب فضیلتوں میں یہ تینوں مل کر بھی حضرت علیؑ کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو پھر ان کا کوئی ایک شخص حضرت علیؑ سے افضل کیسے ہو سکتا ہے۔ پھر مامون نے ثابت کیا کہ حضرت علیؑ ہی سب سے پہلے آنحضرتؐ پر ایمان لائے۔ کل لڑائیوں میں حضرت رسولؐ کی مذہب سے زیادہ حضرت ہی نے کی۔ پھر سورہ ہل لئی کے اہلبیت کی شان میں نازل ہونے سے حضرت کی فضیلت ثابت کی۔ پھر حدیث طبر سے فضیلت دکھائی۔ اس پر ان علماء نے آیہ غار سے حضرت کی فضیلت دکھانی چاہی تو مامون نے اسکی ایسی دھجیاں لٹائیں کہ ان علماء کو شرما ہی جاتا پڑا۔ پھر حضرت امیر المومنینؑ کے شبہ و حضرت رسولؐ کی جگہ سوگرا آنحضرتؐ کے بچانے کا واقعہ بیان کر کے حضرت کی فضیلت مثل آفتاب روشن کر دی۔ اس کے بعد حدیث غنم اور حدیث منزلة وغیرہ سے اپنے دعوے کو اچھی طرح ثابت کر دیا۔ صبح سے دوپہر تک یہ مناظرہ ہوتا رہا۔ خود اسی

مذہب کے بڑے عالم نے لکھا ہے کہ ”مامون کا ایک مشہور ظہر  
 جس میں اُس کا یہ دعویٰ تھا کہ تمام صحابہ میں حضرت علیؓ افضل  
 ہیں۔ بڑے معرکہ کا منظر ہے۔ قاضی یحییٰ ابن اکثم اور جالیس  
 بڑے بڑے فقیہ اس دعوے کے مخالف تھے۔ ادھر مامون  
 تنہا سب کا طرف مقابل تھا۔ مناظرہ کے وقت حاکمی و محکومی کا  
 پردہ اٹھا دیا گیا تھا اور ہر شخص کو گفتگو میں پوری آزادی حاصل  
 تھی۔ صبح سے قریب دو پہر تک دونوں فریق نے داد سخن دی  
 مگر انصاف یہ ہے کہ میدانِ مامون کے ہاتھ رہا۔ یہ پورا مناظرہ  
 کتابُ العہد میں مذکور ہے اور حق یہ ہے کہ وہ مامون کی وسعت  
 نظر جوہرِ ذہن۔ کثرتِ معلوماتِ حسنِ بیان اور فطرتِ برکات کا ایک  
 حیرت انگیز مرقع ہے۔“

مگر افسوس دنیا ایسی بُری چیز ہے کہ اس کی حکومت کے لئے اسی  
 خلیفہ مامون نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو قتل کرنے کی  
 غرض سے مدینہ سے خراسان میں بلا بھیجا۔ جب حضرت مجبور ہو کر  
 جانے پر آمادہ ہوئے تو آپ کی بہن جنابِ فاطمہ کی عجیب حالت  
 ہوئی۔ شاعر نے لکھا ہے کہ وہ حضرتؑ سے فراتی تھیں۔  
 اس گھر سے نہ جاؤ کہ میں گھراؤں گی بھائی تم کو زندہ دیکھوں گی تو مر جاؤں گی بھائی  
 کیونکر دلِ ناشاد کو بے لادوں گی بھائی موت آئی تو کس سے تمہیں بلواؤں گی بھائی  
 حضرتؑ نے کہا کیا کروں؟ انہیں خواہر میں جاؤں یہاں یہ حواری انہیں خواہر  
 کیا شاق مجھے ہجرت ہمارا نہیں خواہر پر خواہشِ تقدیر سے چارہ نہیں خواہر



جانے میں کروں نہ توفیق سے ڈینگے ظالم اسی جیل میں مجھے قتل کرینگے  
شاعر نے لکھا ہے کہ پسنگر آب کی بہن کے آنسو نکل پڑے۔

مایوسی کی حالت میں فرمایا ہے

جانے ہی کا یہ قصد جو ذی جاہ برادر  
فرمانے لگا روکے وہ کوئین کا خدم  
ناموس کو وہ لیکے لگے ساتھ مجھے مصوم

کوئی مر آرام کا طالب نہیں خواہر  
گویا ہو میں جسمِ یسعی درد کی تقریر  
دھیان آجیو کہ نہ بے پردہ ہوں ہمیشہ

ہو فکر کہ محبوس میں ناز حزیں ہوں

غرض حضرت باصدا ریخ و افسوس دولت خانہ سے رخصت ہو کر

اہلبیت کو سمجھا کر باہر تشریف لائے۔ اہل اصحاب ماوراء کا مجمع

در دولت پر دیکھ کر سب سے کلماتِ رخصت فرمانے لگے۔

تم لوگوں سے رخصت ہو غریبِ غربا کی

سب نے عرض کی اے مولا خدا حافظ ہے۔ بس اُس وقت اجاب

سے رخصت ہوئے۔

لے ماتمیو مالکیاں کا سفر ہے

ہے کوچِ گرفتار بلا ہوتے ہیں آقا

ہلتی ہفتہ تیرج محمد احمد مختار

تا غیر غم ہادی ہستم سے نمودار

غریب و جگر زہر سے چھانیں گے رضا کا

دیر لہری مدینہ شہِ ذیشان کا سفر ہے

اب قبرِ محمد سے جدا ہوتے ہیں آقا

سر پہنچتے ہیں اہل مدینہ سر بازار

سینوں میں تڑپ جاتی ہیں شیونے جاز

ماتم میں ہوں غمِ غریبِ غربا کا

غرض جب حضرت خراسان میں پہنچے اور مامون نے آپ کو زہر سے شہید کروایا۔ تو حضرت فاطمہ مدینہ سے خراسان روانہ ہوئیں کیونکہ وہاں حضرت کی خبر آن کو نہیں ملی۔ بھائی کی جدائی برداشت ہی نہ کر سکیں۔ آہ آہ مگر لکھا ہے کہ جب آپ قم میں پہنچیں تو دیکھا کہ تمام شہر سیاہ پوش ہے۔ ہر گھر سے آواز توحہ و ماتم بلند ہے۔ یہ دیکھ کر آپ نے بعض لوگوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کس ریس کا ماتم ہے۔ لوگوں نے اس کا کچھ جواب دیا اور رونے لگے۔ اُس وقت جناب محصومہ نہایت پریشان ہوئیں اور اپنے حق کی قسم دیکر پوچھنے لگیں کہ جلد بیان کرو کہ کس سردار کا ماتم ہے۔ اُس وقت لوگوں نے گزارش کیا کہ اے محصومہ قم ہم لوگ بے امام ہو گئے۔ آپ کے بھائی کو مامون رشید نے زہر سے شہید کیا جس وقت سے ہم لوگوں نے یہ خبر وحشت اثر سنی ہر ایک نے اپنے گھر میں صف ماتم بچھا کر تڑپ و زاری شریع کی۔ یہ حال سنا کر جناب محصومہ اس قدر روئیں کہ روتے روتے غش آگیا اور ستر ہوئیں روز اس دارنا یادگار سے کوچ کیا اور قم ہی میں دفن کی گئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو قم کی عورتوں نے آپ کو غسل دیا اور کفن پہنایا۔ پھر جب قم کے مومنین جنازہ کو قبرستان میں لے گئے اور لاش کو ایک سرداب کے اوپر جس کو انکی قبر کے لئے کھودا تھا رکھا تو اس بات میں اختلاف ہوا کہ کون شخص لاش کو قبر کے اندر اتارے۔ سوچتے سوچتے ایک نہت بوڑھے اور نہایت مقدس بزرگ کے بارے میں راے ہوئی کہ وہی اس لاش کو اتار کر قبر میں رکھ دیں۔ یہ طے کر کے لوگوں نے

اُن کے بلانے کو آدمی بھیجا۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ جنگل کی طرف سے نقاب منہ پر ڈالے ہوئے دو سوار آئے اور جب اس جنازے کے پاس پہنچے تو اپنی سواریوں پر سے اتر پڑے اور جنازہ معصومہ کے جنازے کی نماز پڑھی۔ پھر اس سرداب میں تر کر لاش کو قبر کے اندر رکھ دیا اور دفن کر کے باہر نکل آئے۔ پھر جدھر سے آئے تھے سوار ہو کر چلے گئے۔ کسی سے ایک لفظ بھی نہ بولے۔

بی بیو جناب فاطمہ کو اپنے بھائی امام رضا کی شہادت کا بڑا صدمہ ہوا مگر خود تو بے پروہ نہیں پھرائی گئیں۔ قید نہیں ہوئیں۔ لیکن آہ آہ امام حسینؑ کے اہل بیتؑ پر حضرت کی شہادت کے بعد بھی کیسی کیسی مصیبت پڑی۔ ٹوٹے گئے۔ تہر شہزادہ گاؤں گاؤں پھرائے گئے پھر قید کئے گئے۔ شاعر نے لکھا ہے۔

دن گزے بہت قید میں جلاں حرم کو  
کیا بچ تھے ناموس شہنشاہِ ام کو  
ناشاد ہیں لیو کہ بھی شاد نہ ہوں گے  
بے وارث و بے کس ہیں ہمیں کوئی حرم کو

چھوڑا نہ سنگمرغ نے اسیرانِ ستم کو  
سب کی یہ دعا تھی کہ خدا موت دے ہم کو  
زندانِ یقین ہے ہم آزاد نہ ہوں گے  
کیوں کوئی اسیران کی خبر نہ چھناتے

پرواہ ہے کسے بچوں کو یا بی بیو بلا وے  
جو تشنہ دہن قتل کریں ابنِ علی کو  
روتے ہیں تو رونا ہمیں ملتا نہیں کیم  
وہ روئیں کس طرح جو ہوا صاحبِ ام

کس کو ہڑی دکھ زندوں پر ہم جو کھاتے  
زندانِ ستم کہ کچھ ٹھیکے ناموس ہی کو  
جو چاہتے ہیں اُن کے کہ جاتے ہیں ظلم  
زندان میں پھنسے کٹ گئے برادرسوگم

وارث بھی چھٹے ہم وطن میں بھی پہنچے  
واں دھوپ میں جلتا ہی ڈپا لاشہ شہید  
چھٹنے کی یہاں کوئی ہماری ہیتیں میر

کرتے نہ مقید ہیں اگر ظالم ہے پیر  
جو دامن زہر و پیمبر میں پلا رہو  
جبریل امین نے جسے چھوئے میں چھلایا  
رن میں تین بے سر رہا سر شام میں آیا  
کس طرح زیارت کریں مذاں کھل کے  
کیا چہرے ہیں تہر میں اور جا نہیں سکتے  
اُس دے قریب آپ کو ہوئی نہیں سکتے  
تا آخر شب سنتوہیں لوں کو فنی تھے  
یہ کہتے تھے اور روتے تھے ناموس پیمبر  
بچوں کو نہ کھانا تھا نہ پانی تھا میسر  
سر شام مصیبت تھی غریب کو طنی میں  
کا سیدہ بدن ہو گئے تھی قید تم سے  
غش تھا تھا سجاوچیں کو تب غم سے  
اٹھ بیٹھے تو افسوس رو رو کے ملے ہاتھ  
اُٹھنے نہ دیا طوق نے گرسر کو جھکایا  
ہوش آیا تو بیوؤں کو قریب اپنے بلایا  
نزدیک ہلاکت تھی جو دوری بدر سے  
تھی بھوک سے اور پیاس سے از بسکہ نقاہ  
چیکے درود لوار کو سمجھتے تھے بہ حسرت  
کچھ فرشتہ تھا خاک میں سب قیدی آئی تھے

بے دفن و کفن رہتی تلاش خیرہ دلگیر  
وہ جلتی ہوئی ریت پہ بھرا میں پڑا ہو  
اُس شاہ نے گور و کفن اب تک نہیں پایا  
نیزے یہ اُسے شہر کی گلیوں میں بھرایا  
لٹکا پٹھو روازے یہ ظالم نے محل کے  
حال پیا سر شاہ کو دکھلا نہیں سکتے  
بے بس ہیں سراپن علی لا نہیں سکتے  
آتی سے صدارت کی رہا و علی کے  
تھا فرشتہ تھا خاک کا بالیں تھا نہ بستر  
سایہ بھی نہ تھا دھوپ میں سناٹے تھے  
ہو جاتی تھی راندلوں کو سحر سیدہ زنی میں  
طاقت کسی بی بی میں تھی کج و ظلم سے  
خساروں پہ آنسو تھے روانہ غم سے  
لیٹے تو دکھا نگینہ کی جاسر کے تلہا تھ  
پروں سبز انوسے نہ گردن کو اٹھایا  
منہ محوم کے جھاتی سے سکینہ لو لگایا  
گہرا کی طرف دیکھ کے کی آہ جگر سے  
پہچانی نہ جاتی تھی کسی بی بی کی صورت  
زائل ہوئی تھی راندلوں روئے کی طاقت  
سینے تھے کہو اور گریاں بھی پٹختے تھے

مجاہدین  
۱۵ صفر کی جس میں تمہیں حکم لکھا۔  
ستائیسویں سال اہلبیت کے حق کا ذکر کیا۔ ایک  
بڑے بادشاہ کے بیٹے کے سخت بیمار ہونے اور اہلبیت  
اور بارہ اماموں کے توسل سے اچھے ہونے کا واقعہ بیان  
کیا گیا ہے اور آخر میں جناب کینہ کا شام میں خواب دیکھنا  
مقرر کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ خدا فرماتا ہے :- وَاعْلَمُوا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ  
فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَ لِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ  
فَاِنَّ السَّبِیْلَ یعنی جان رکھو کہ جو کچھ مال (تم لوگوں کو) لوٹا اس کا پانچواں  
حصہ خاص خدا اور رسول اور رسول کے قرابت داروں اور یتیموں  
اور مسکینوں اور پردیسیوں کا ہے عہ جاننا چاہئے کہ جس طرح  
مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے مال سے زکوٰۃ نکالیں اسی طرح  
خمس نکالنا بھی واجب ہے۔ اسی وجہ سے فروع دین میں خمس بھی  
رکھا گیا ہے۔ خمس یعنی مال کا پانچواں حصہ سات چیزوں سے نکالا  
جاتا ہے (۱) کافروں سے لڑائی میں جو مال لوٹ کاٹے (۲) کان ذہین  
کے (اند) سے جو چیز نکالی جائے۔ جیسے سونا۔ تانبہ۔ یا قوت وغیرہ  
(۳) جو چیز دریائے نکالی جائے جیسے موتی۔ یونگا وغیرہ۔ (۴) جب  
سلاح مال کسی حرام مال میں طرح مل جائے کہ حرام کا پتہ نہ ملے کہ کتنا  
ہے تو اس پورے مال سے پانچواں حصہ نکال دینا چاہئے (۵) وہ  
زمین جس کو کافر قبضہ کر لے کسی مسلمان سے خریدے (۶) وہ خزانہ جو کافروں کے شہروں

وہ

میں زمین میں گڑا ہوا لے دے جو منافع کہ تجارت یا زراعت یا صنعت و حرفت وغیرہ سے حاصل ہوں اگر وہ منافع اس شخص کے مال کے اخراجات سے زیادہ ہوں تو واجب ہے کہ جو خرچ سے زیادہ ہے اس کا پانچواں حصہ نکال دیں۔ جیسے کسی شخص کو تجارت سے سال بھر میں سو روپیہ لے اور اس کے سال بھر کا خرچ اس کی حالت کے لائق ساٹھ روپیہ ہوتے ہیں تو واجب ہے کہ چالیس روپیہ سے پانچواں حصہ یعنی آٹھ روپیہ نکال دے۔ خمس کے مال کا دوا حصہ کیا جائے گا۔ ایک حصہ تو خاص حضرت امام صاحب الزمان علیہ السلام کا حق ہے اس کو واجب ہے کہ بڑے مجتہد کے پاس پہنچائیں۔ اور دوسرا حصہ ان سادات کو دینا چاہئے جو یتیم۔ مسکین اور ایسے مسافر ہوں کہ سفر کی حالت میں دوسرے شہر یا دیہات میں بیکار پڑے ہوں۔ مگر احوال یہ ہے کہ اس حصہ کو بھی بڑے مجتہد کے پاس بھیج دیں کیونکہ وہ اس کے مستحق کو اچھی طرح پہچان سکتے ہیں۔

مسلمانوں کے بڑے بڑے عالموں نے خمس کے بارے میں ایسی ایسی حدیثیں لکھی ہیں جن سے بہت دھبیستیاں تیں معلوم ہوتی ہیں جیسے یہ حدیث کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے تھے کہ خدا نے اپنے رسول پر صدقہ کو حرام کر دیا تھا اور اس کے بدلے میں حضرت کے لئے خمس مقرر فرمایا۔ اور صدقہ کو خدا نے حضرت کے اہلبیت کے لئے بھی حرام کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے رسول کے ساتھ حضرت کے اہلبیت کا حصہ بھی خمس میں مقرر کر دیا۔ باقی کلامت کے لئے صدقہ

کو حلال کیا کہ وہ کھا سکتے ہیں خود حضرت رسول خدا صلعم فرماتے تھے کہ تم لوگ اپنے مال سے جو صدقہ بکالتے ہو وہ تمہارے ہاتھوں کا میل ہے۔ میں اس کو پسند نہیں کرتا اور مجھے اسکی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ خدا نے اس کے بدلے میرے لئے خمس مقرر کر دیا ہے۔ یہی حکم حضرت کے اہلبیت کا بھی ہے۔ ایک بڑے صحابی بیان کرتے تھے کہ حضرت رسول خدا صلعم کی اولاد کے لئے صدقہ حلال نہیں تھا اس وجہ سے (رسول کے ساتھ) اُن کے لئے بھی خمس کے مال میں حصہ مقرر کر دیا گیا۔ اور ایک دوسرے بڑے صحابی بیان کرتے تھے کہ حضرت رسول خدا صلعم کی وہ اولاد جن لوگوں کے مال میں حصہ دیا گیا ہے وہ لوگ ہیں جو حضرت اعلیٰ کی نسل سے (سادات) ہیں۔ اور اس آیت میں جو خدا نے فرمایا ہے کہ خمس کا مال رسول کے لئے ہے اور قرابت داروں کے لئے ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم کی قرابت والوں کا حصہ اس میں ہے اور وہ قرابت مند حضرت کی اولاد (سادات) ہی ہیں۔ اس طرح حضرت رسول خدا صلعم کے زمانہ میں خمس کا مال تقسیم کیا جاتا تھا مگر جب حضرت کا انتقال ہو گیا تو حضرت اول نے آنحضرتؐ کی اولاد کا حصہ روک دیا اور ان کو محروم کر کے وہ مال دوسرے دوسرے لوگوں کو دینے لگے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے خود حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا کہ بتائیے آنحضرتؐ کے بعد حضرت اول و دوم آپ لوگوں کے حصہ کے بارے میں کیا کرتے تھے۔ تو حضرتؑ نے فرمایا کہ پہلے صاحب کے زمانہ میں تو خمس تھا ہی نہیں۔ اٹھا دیا گیا تھا

مگر دوسرے صاحب خمس کا مال تقسیم کیا کرتے تھے لہ  
حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو تو اس خمس کا مال کھا جاتے  
ہیں اُن کے لئے بڑا سخت عذاب ہوگا۔ اس لئے کہ یہ حضرت  
رسو خدا اور حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کا خاص حق ہے  
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ خدا نے جب  
ہم لوگوں پر یہ حد قہ حرام کیا تو ہمارا حق خمس مقرر کیا۔ لہذا صدقہ  
ہم پر حرام اور خمس ہمارے لئے واجب ہے حضرت امام محمد باقر  
علیہ السلام فرماتے تھے کہ کسی شخص نے کئے حلال نہیں سے  
کہ خمس میں سے کوئی چیز خریدے جب تک پورا خمس ہم تک  
نہ پہنچ جائے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے  
تھے کہ جناب رسو خدا صلعم نے حضرت علیؑ سے جو وصیتیں کیں  
اُن میں یہ بھی فرمایا تھا کہ اے علیؑ (ہمارے دادا) جناب  
عبد المطلب نے زمانہ جاہلیتہ میں جن یاغ باقوں کو ایجا دیا تھا  
خدا نے اسلام میں بھی ان سب کو باقی رکھا۔ ان باقوں میں یہ  
بھی ہے کہ جناب عبد المطلب نے ایک خزانہ زمین میں پایا تو اس  
خمس نکال کر فقیروں مسکینوں میں تقسیم کر دیا۔ اس کو خدا نے اب بھی  
جاری رکھا کہ قرآن میں فرمایا جو مال تم کو عنینمت کے طور پر ملے اس  
سے خمس دیا کرو۔ اللہم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ حضرت امام رضا  
علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب عبد المطلب نے اسلام کے پہلے  
جو یاغ بائل ایجا دکی تھیں وہ یہ ہیں کہ اُس وقت لوگ اپنے باپ کے



مرنے پر اپنی سوتیلی ماں سے شادی کر لیتے تھے! انھوں نے اس کو حرام کر دیا۔ اور ایک شخص کے خون کا بدلہ سوا دس ٹیخوں بہا کر دیا۔ خانہ کعبہ کا طواف سات مرتبہ کیا۔ ایک خزانہ پایا تو اس سے خمس نکال دیا اور جب چاہہ زرم کو کھودا تو اس سے حاجیوں کو سپرد کیا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ جو شخص مالِ غنیمت پائے یا تجارت وغیرہ کرے تو اس میں سے خمس ضرور نکالے۔ قیامت کے دن خمس کا مستحق خدا سے فریاد کرے گا کہ اے اللہ ان لوگوں سے دریافت کر کہ کس وجہ سے ان لوگوں نے ہمارا حق اپنے لئے حلال کر لیا (اور ہم کو اس سے محروم رکھا) حضرت امام رضا علیہ السلام نے ایک بڑی حدیث بیان فرمائی جس میں قرآن مجید سے ثابت کیا کہ اللہ و رسول و اہلبیت کے لئے خمس ہے اور ان لوگوں کے لئے صدقہ نہیں ہے۔ فرمایا کہ دیکھو خدا نے فرمایا ہے کہ تم جو مال غنیمت پاؤ اس میں سے خمس اللہ۔ رسول اور ان کے قائمین کے لئے ہے۔ اس میں خدا نے پہلے اپنا حق بتایا پھر رسول کا پھر اہلبیت کا۔ پس خدا نے جس چیز کو اپنے لئے پسند کیا اس کو اپنے رسول اور حضرت کے اہلبیت کے لئے بھی پسند کیا۔ لیکن جب صدقہ کا بیان آیا تو اس سے خدا نے اپنی ذات کو بھی الگ رکھا۔ اپنے رسول کو بھی بچا یا اور حضرت کے اہلبیت کو بھی الگ کر دیا چنانچہ فرمایا اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ یعنی صدقہ تو صرف ۱۲۸ فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہے عہد پس جب خدا نے صدقہ سے اپنی ذات کو بلند سمجھا اور اسی طرح اپنے رسول اور حضرت کے

اہلبیت کے لئے بھی اس کو قابل نفرت جانا بلکہ ان حضرات پر صدقہ کو حرام کر دیا تو اب یہ ان لوگوں کے لئے جائز نہیں ہو سکتا (پس محسن ان حضرات کا حق رہ گیا) لاہ اللہ صل علی محمد و آل محمد بنی بیو۔ سنا آپ نے کہ اہلبیت کا یہ درجہ ہے کہ خدا جس بات کو اپنے لئے اچھی خیال کرتا ہے وہی ان حضرات کے لئے بھی۔ اور جس بات کو اپنے لئے بُری جانتا ہے اُس کو ان حضرات کی شان کے خلاف بھی سمجھتا ہے۔ صرف صدقہ اور خمس ہی نہیں بلکہ ہر چیز میں۔ اسی وجہ سے دنیا میں بہت سے لوگ حضرت علیؑ کو معاذ اللہ خدا سمجھنے لگے جو بالکل غلط ہے۔ یہ لوگ خدا نہیں ہیں مگر خدا کے ہاں رسولؐ کے بعد سب سے زیادہ عزت انھیں حضرات کی ہے۔ کہ یہ لوگ جو چاہتے ہیں خدا اس کو ضرور پورا کر دیتا ہے بلکہ ان کے واسطے سے دوسرے لوگ جو بات چاہتے ہیں ہو جاتی ہے بڑی بڑی مصیبتوں میں انکا واسطہ دیکر دعا کی جاتی ہے تو فوراً وہ مصیبت ہٹ جاتی ہے۔ بڑی بڑی پریشانی میں ان کے توسل سے دعا کی جاتی ہے اور نہایت آسانی سے وہ حاجت پوری ہو جاتی اور وہ کام انجام پا جاتا ہے۔ آپ درود پڑھیں تو میں ایک بہت عجیب اور بالکل تاریخی واقعہ بیان کروں۔ اللہ صل علی محمد و آل محمد جب مسلمانوں نے شروع شروع و کن پر حملہ کیا تو اُس طرف مسلمانوں کی کئی بادشاہتیں قائم ہو گئیں۔ ان میں ایک حکومت احمد نگر کی تھی جہاں نظام شاہی خاندان سلطنت کرتا تھا۔ اس خاندان

کا دوسرا بادشاہ برہان نظام شاہ گزرا ہے جس نے ۹۱۲ھ سے ۹۶۱ھ تک حکومت کی ہے۔ اس کا ایک نہایت پیارا بیٹا جس کا نام عبدالقادر تھا۔ بخار میں سخت بیمار پڑا۔ بہت کچھ علاج کیا گیا مگر کسی طرح اچھا نہیں ہوا۔ بخار تیز ہوتا اور جڑ پکڑتا گیا۔ تمام حکیموں و یوروں کی دوا کی گئی مگر سب بیکار ہوئی۔ تب اس نے دعا تقویٰ عمل کے ذریعہ سے کوشش کی اس سے بھی کوئی نفع نہیں ہوا۔ برہمنوں پنڈتوں کے بت خانوں میں خیرات ادا کرنے بھجوائے مسلمانوں اور ہندوؤں سے دعا کرائی۔ ہر طرح کا بھارت پھونک کیا گیا۔ مگر کسی بات کا کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہوا۔ بیٹے کی بیماری خطرناک اور اس کی حالت نہایت ناؤک ہو گئی صحت کی امید جاتی رہی۔ زندگی کی آس ختم ہونے لگی۔ بادشاہ اور اس کا گھر بھر نہایت بدحواس ہوا۔ اور اب کوئی تدبیر باقی نہیں رہی۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ آپ درود پڑھیں تو میں بیان کروں اللہ صل علی محمد و آل محمد۔ اُس زمانہ میں بادشاہ کے ہاں ایک بڑے مقدس عالم سید جن کا نام شاہ طاہر تھا ایران سے آئے تھے اور بادشاہ کی خدمت میں تقیہ کی حالت میں بسر کرتے تھے۔ انھوں نے بادشاہ سے عرض کی کہ حضور! شاہزادے کی شفا کے بارے میں بندہ نے ایک تدبیر سوچی ہے اگر جان کی امان پاؤں تو عرض کروں۔ بادشاہ نے اصرار کیا تو شاہ طاہر نے جروت کر کے کہا کہ بندہ مائیں اور عہد کریں کہ اگر شاہزادے آج رات کو اچھے ہو جائیں گے تو حضرات ائمہ معصومین کی اولاد کی خدمت میں بہت سے نذرانے پیش کریں گے۔ برہان نظام

شاہ نے کہا ائمہ معصومین یعنی بارہ امام کون ہیں۔ شاہ طاہر نے بارہ اماموں کے نام ولدیت کے ساتھ حضرت علی سے امام ہندی تک بتائے۔ برہان نظام شاہ نے کہا کہ جب میں بت خانوں میں نذریں گزران چکا تو کیا حضرت علی مرتضیٰؑ اور بنی بی فاطمہ کے فرزندوں کے نام لوازم نذریں چاہیں لائیں گے؟ شاہ طاہر نے کہا بس تو آج جمعہ کی رات ہے حضور نذر کر لیں کہ اگر خداے رحیم حضرت پیغمبر آخر الزمان اور بارہ امام علیہم السلام کے قرب و منزلت کی برکت سے آج رات کو شہزادہ عبدالقادر کو اچھا کرے تو حضور بارہ امام کا خطبہ پڑھوا کر ان کے مذہب کے پھیلانے میں کوشش فرمائیں گے۔ برہان نظام شاہ کو تو اب اپنے بیٹے کے بچنے کی ذرہ برابر بھی امید باقی نہیں تھی بلکہ اُس کی زندگی سے بالکل ناامید ہو گیا تھا۔ مگر شاہ طاہر کی یہ بات سُن کر وہ بہت خوش ہوا اور اسی وقت شاہ طاہر کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر عہد و پیمان بجالایا کہ ان باتوں کو ضرور پورا کروں گا۔ وہ دن تو انھیں باتوں میں گزرا۔ رات کو بادشاہ شاہنشاہ کے یلنگ کی بٹنی سے لگا بیٹھا رہا۔ شاہزادے کی بیماری بڑھتی جاتی تھی۔ بخار تیز ہوتا جاتا تھا۔ بے چینی زیادہ تھی۔ اس کو کھاف اڑھانے کی کوشش کی جاتی تھی مگر وہ بے چینی سے ہاتھ پاؤں مار کر کھاف کو پھینک دیتا تھا۔ آخر تھک کر لوگوں نے کھاف الگ کر دیا اور بادشاہ نے مایوسی سے کہا کہ اب اس کو اسی حال میں چھوڑ دو۔ بچا رہے اسی رات کا ہمان معلوم ہوتا ہے۔ بھٹو ٹوٹی رہا اور اس کو دنیا کی ہوا کھا لینے دو۔ اور خود اسی طرح بٹنی سے لگا بیٹھا رہا۔

صبح ہوتے وقت اسی طرح پٹی پر سر رکھ کر سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک بزرگوار نورانی صورت اُس کے سامنے آئے اور اُن کے داسنے بائیں بارہ بزرگ اور ہیں۔ برہان نظام شاہ نے استقبال کیا اور ادب سے کھڑا ہو گیا۔ تب ان میں سے ایک بزرگ نے فرمایا کہ اے بادشاہ تو ان بزرگوار کو جانتا ہے کہ کون ہیں؟ یہ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم ہیں۔ اور یہ بزرگوار جو حضرت کے داسنے بائیں ہیں بارہ امام ہیں۔ اسی درمیان میں حضرت رسوخیٰ صلعم نے فرمایا اے برہان حق سبحانہ و تعالیٰ نے علیؑ اور اُن کے فرزندوں کی برکت سے عبدالقادر کو اچھا کر دیا۔ اب تم کو لازم ہے کہ میرے فرزند طاہر کے کہنے کے خلاف نہ کرنا۔ یہ خواب دیکھ کر برہان نظام شاہ بہت خوش لبشاش بنے دایرہا دیکھا کہ شہزادے عبدالقادر پر محاف پڑا ہوا ہے اور اُس کی دایہ اور ماں سے جو برابر جاگتی رہی تھیں معلوم ہوا کہ کسی نے اس کو محاف اڑھایا نہیں بلکہ اسی وقت محاف خود بخود حرکت کر کے عبدالقادر پر جا پڑا ہے۔ بادشاہ نے ہاتھ محاف کے اندر لے جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ عبدالقادر بالکل اچھا ہو گیا اور آرام کی نیند سوتا ہے۔ پھر کیا تھا بادشاہ کے لئے عید ہو گئی۔ اسکے بعد برہان نظام شاہ نے اپنے وعدے کو پورا کیا۔ مذہب شیعہ اختیار کر لیا اور خطبہ میں بارہ امام کا نام جاری کرایا۔ اس واقعہ کو ہندوستان کے سب سے زیادہ مقبہ مورخ فرشتہ نے اپنی مشہور کتاب تاریخ فرشتہ میں بھی لکھا ہے۔ یہ لکھ کر وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ توران و ایران کے

مورخین کا اتفاق ہے کہ غازاں خاں بادشاہ نے مسلمان ہونے کے بعد دو مرتبہ حضرت رسول خدا صلعم کو خواب میں دیکھا۔ ہر دفعہ حضرت امیر المومنینؑ بھی حضرت کے ساتھ تھے۔ دونوں دفعہ آنحضرت صلعم نے اپنی عمرت کی تعریف کی اور بادشاہ سے فرمایا کہ تجھے لازم ہے کہ میرے اہلبیت کے ساتھ عقیدت جاری رکھے اور انھیں کی پیروی کرے اور ان کی عزت و تعظیم کرے۔ اسی سبب غازاں خاں نے اہلبیت کی محبت اپنے صفحہ دل پر نقش کی اور کربلا معلیٰ و نجف اشرف کے سادات کی عزت کرتا اور شیعہ مذہب کے لوگوں کو مقرب درگاہ کر کے بڑے بڑے منصب دیتا۔ اس کے بعد صاحب تاریخ فرشتہ لکھتے ہیں کہ میں حیرت میں ہوں کہ اگر شیعہ مذہب حق ہے تو دوسرے مذہبوں کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اور اگر دوسرا مذہب حق ہے تو حضرت رسول خدا صلعم نے اتنے بادشاہوں کو خواب میں شیعہ مذہب ہی کے پھیلانے کا حکم کیوں دیا۔ اس کے بعد صاحب تاریخ فرشتہ نے دعا کی ہے کہ اے اللہ ہم لوگوں اور ہماری قوم کو حق کی راہ چلا کہ تو ہی بہترین ہدایت کرنے والا ہے۔ اللہ جل علی محمد و آل محمد۔ برہان نظام شاہ کے لڑکے کا بیمار ہونا اور بادشاہ کے نذر کرنے پر حضرت رسول خدا صلعم و ائمہ طاہرینؑ کو خواب دیکھنا اسکے بعد شہزادے کا اچھا ہونا ایسا مشہور واقعہ ہے کہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اتنے بڑے عالم نے بھی اس کو صحیح مانا اور اپنی کتاب فتاویٰ عزیزی میں اسکو درج کر دیا ہے جس کے بعد کسی شخص کو اس کے بارے میں ذرہ برابر

شک شبہ ہو ہی نہیں سکتا ہے لہ اللہ صل علی محمد و آل محمد۔  
 بی بی خواب سے دنیا میں بڑے بڑے انقلابات ہوئے ہیں  
 ایک اور خواب بیان کرتی ہوں۔ آپ اپنا کلبجہ بسنھال لیں جب  
 حضرات اہلبیت شام میں یزید کے ہاں قید میں تھے ایک روز یزید  
 نے ان حضرات کو اپنے دربار میں بلایا تو جناب سکینہؓ نے فرمایا اے  
 یزید رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے اگر تو مٹنے تو میں بیان کر دوں  
 اس نے کہا بتاؤ کیا دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا رات کو نماز اور  
 بہت سی دعائیں پڑھنے کے بعد جب میں روتے روتے تھک  
 گئی اور میری آنکھ لگ گئی تو دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے  
 ہیں اور آسمان سے زمین تک بہت روشن نور چمک رہا ہے۔  
 اتنے میں بہشت کے بہت سے نوکر و غلام نکلتے ہوئے آئے۔  
 ایک خوب شاداب باغ نظر پڑا۔ اس باغ میں ایک اعلیٰ درجہ کا عمل  
 تھا۔ اس کے بعد کیا دیکھتی ہوں کہ پانچ بڑے مقدس بزرگ اس  
 محل میں داخل ہو رہے ہیں اور ان سب کے پاس بھی ایک غلام  
 موجود ہے۔ میں نے اُس غلام سے پوچھا کہ بھائی بتاؤ تو یہ محل کس  
 بزرگ کا ہے۔ اُس نے کہا آپ کے والد امام حسین علیہ السلام کا  
 قصر ہے۔ حضرتؑ نے اپنی نصیبتوں پر جو صبر کیا اس کے عوض خدا  
 نے اسے حضرتؑ کو مرحمت فرمایا ہے۔ تب میں نے پوچھا اور یہ  
 مقدس پانچ بزرگ کون ہیں جو اس میں داخل ہو رہے تھے؟  
 اُس نے کہا پہلے حضرت آدم دوسرے حضرت نوحؑ تیسرے حضرت

ابراہیم جو تھے حضرت موسیٰؑ ہیں۔ میں نے پوچھا اور ان حضرات کے درمیان وہ پانچویں بزرگ کون ہیں جو اتنے مصیبت زدہ معلوم ہوتے ہیں کہ اپنی ڈاڑھی بکڑے ہوئے روتے ہیں۔ اس نے کہا اے سکینہ کیا آپ حضرت کو نہیں پہچانتی ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا آپ کے دادا حضرت رسول خدا صلعم ہیں۔ میں نے کہا اور یہ لوگ جاتے کہاں ہیں۔ اس نے کہا آپ کے اباجان امام حسین کے پاس۔ میں نے کہا خدا کی قسم میں اپنے دادا جان کے پاس ضرور جاؤں گی اور جو جو ظلم ہم لوگوں پر کئے گئے ان سب کی شکایت بھی حضرت سے کروں گی میں نے چاہا کہ حضرت کے پاس پہنچوں مگر حضرت آگے بڑھ گئے اور میں حضرت تک نہیں پہنچ سکی۔ میں سی افسوس اور فکر میں تھی کہ اتنے میں میرے دادا حضرت علیؑ نظر آئے جو ہاتھ میں تلوار لئے کھڑے تھے میں نے حضرت سے پکار کر کہا اے دادا خدا کی قسم آپ کے بعد آپ کے فرزند قتل کر دیئے گئے۔ یہ سن کر حضرت بہت روئے۔ مجھے اپنے سینے سے لٹالیا اور فرمایا بیٹی صبر کرو اللہ مددگار ہے۔ پھر حضرت کسی طرف نکل گئے اور مجھے دکھائی نہیں دیئے۔ میں اسی طرح حیران پریشان کھڑی تھی اب کیا دیکھتی ہوں کہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا اس میں سے فرشتے اتر کر میرے بابا جان کے سر کے پاس آتے تھے جب نزدیک نے یہ خواب سنا تو اپنا منہ پیٹنے اور رونے لگا کہ ہاے مجھے کیا ہو گیا میں نے کیوں امام حسینؑ کو قتل کیا۔



اس کے بعد ہی اُس نے ان حضرات کو رہا کرنے کا سامان کیا۔

شاعر نے لکھا ہے۔  
 اُسے کہا نام ہوں ہوئی اتنی یہ قصیر  
 سرسبز سے زانو پہ جھکا کی جو یہ فکر  
 اک بار دیا حکم یہ دربار میں کے  
 کچھ لوگ تھے جس کے حکم کا جواز شاد  
 تھے خاک کی مسجد میں جھکے حضرت مجاد  
 ہر جہد کہ فاقوں سے طاقت تھی کسی میں  
 بی بیو اب آپ اپنا دل بے خیال لیں  
 دربار میں نماں سے طلب ہو ہیں قیدی  
 منہ گرد بھرے آنسوؤں کے دھوڑتے ہیں  
 فاقوں میں کھڑے ہونے کی طاقت نہ تین میں  
 دل ہول کے مار نہیں سینوں میں تاتے  
 زمین کا عالم ہو کہ ہیں غش غش تاتے  
 دم ہونٹوں پہ ہو قید کی ایدہ و محن سے  
 جی ڈرتا ہوا مان میں گودی میں چھپا لو  
 سن نہ کوئی منہ سے سخن کو نہ نکالو  
 مائے نہ طمانجہ کوئی یہ خوف بڑا ہے  
 تھا شور کہ انے قید و دربار میں جاؤ  
 خاتون نے کیا ہم اب آنسو نہ بہاؤ  
 حکام کو دعا دو کہ تپتہ شاد کرے گا

سچ ہو کہ نہ تھا کاٹنا تن سے شہریر  
 تا صبح رہا سوچ میں وہ ظلم بے پیر  
 زنداں سے گرفتاروں کو لا دے کوئی جائے  
 مشغول لطایف محترم بادل نا شاد  
 بچے بھی تھو طاقت میں ناری تھی نہ فریاد  
 پر محو تھے سب یاد جناب خدی میں  
 شاعر نے لکھا ہے۔  
 بے تاب میں بے صبر ہیں کھوتے ہیں قیدی  
 بچوں کو لے گود میں روتے ہیں قیدی  
 دہشت گستاخوں کے رزہ ہر بدن میں  
 ہیں خاک بھر باؤں چہروں کو چھپاتے  
 سہمے ہو بچے ہیں یہ ماؤں کو سناتے  
 کیا گرد میں بھر بازہیں جلا درسن سے  
 کپڑے اٹھا کر ہمیں چھاتی سے لگا لو  
 تنجا دکھان میں تھیں پاس نہ بٹلا لو  
 دروازہ پر تھرستم ایجا دکھڑا ہے  
 کیا شیخے ہونڈاں میں قدم جلا رکھاؤ  
 خلیفے رسن ظلم کے دھیلے انریل و  
 اب قتل نہیں کرنے کا آواز دکرے گا

سُن کر یخین کہنے لگی زینب ناچار  
کیا کام ہو اب کیوں ہے بلایا سردار  
لے جاؤ نہ بلوے میں سیران ستم کو  
میں سوگ میں ہوں کیسی خوشی کیسی رہائی  
ماں جگے گردن تہ شمشیر کٹائی  
کیا لطف چھٹے قید کو گریہاں کو کھو کر  
مشہور ہوں میں فاطمہ کے لال کی شیدا  
اب قید کا تم ہے نہ رہائی کی تمنا  
چرچا ہو کہ دنیا سے سفر کر گئی یہ  
مائے گئے عباسؑ دلا درمے آگے  
بھائی کے جلا حلق پہ خنجر مے آگے  
غم کھاتی ہو اور خون جگر پیتی زینب  
بتلاؤ خوشی جھوٹے کی قید سے اب کیا  
قائم ہیں کہ دکھلائیں گے اگر مجھے پھر  
لاشے بھی ابھی تک نہیں یادوں کا گڑھ ہیں  
جو بھائی کے مرنے سے تم میں اٹھائے  
بیز مے شانوں میں لعینوں نے چھائے  
بھائی کی عداوت اور بد دوستی جگر ہوں  
اگر دو مجھے دیبا میں حاکم نہ بلائے  
اگر قتل ہو منظور تو قاتل یہیں آئے  
فکر غم اندوہ سے آزاد ہو زینب

اگر بار تو ہوا اے ہر مجلس میں گنہگار  
نے سر پہ دایمن میں تہ ہے طاقتِ رفا  
گھل گھل کے اسی قید میں مرجھاؤ ہو  
کسے کو بھی چھوٹے کیا جیتے ہیں بھائی  
بھائی سے تو اب تابہ قیامت نہ چلائی  
دکھلاؤ تھی صورت کہے بن بھائی کی ہو کر  
جب نہ ہو قید سے چھوٹی بھی تو پھر کیا  
مرجاؤں میں زندا میں رہ جاؤ یہ رہا  
جہلم نہ ہوا بھائی کا اور گری نہ  
دنیا سے گئے اگر وہ اصغر مے آگے  
خالی ہوا زہرا کا بھر اگر مے آگے  
وہ شیر تو مائے گئے اور جیتی زینب  
بیٹے ہیں کہ پھر جن ہونے کی تمنا  
اگر نہیں جینے کی تھی گئے تھنڈا ہو کیجا  
ابو کا گھر جن وہ جہلم میں پڑے ہیں  
دشمن کو بھی یہ ظلم اللہ دکھائے  
باز و مرزا مے مجھے دربار میں لائے  
عاشو حرم سے اب تک کھلے نہ ہوں  
خلقت کو دوبارہ نہ مری شکل دکھائے  
موجود ہوں خنجر مری گردن پہ پھرا  
سرتن سے جدا ہو تو بہت شاد ہوئے

۱۹ صفر کی جس میں پہلے حضرت  
اٹھا مینوئیل اس یوسف کا خواب پھر حضرت عبدالمطلب  
خواب دیکھ کر چشمہ زمزم کھودنا بیان کیا اور آخر میں  
حضرت سکینہ کا شام میں خواب دیکھنا اور اہلبیت کا قید  
سے آزاد ہونا لکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا فرماتا ہے :- اِذْ قَالَ يُوسُفُ  
لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ يَا آتِيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كُتُبًا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ  
لَا يَنْفَعَانِي سَاجِدِينَ یعنی ایک وقت تھا کہ حضرت یوسف نے  
اپنے باپ حضرت یعقوب سے کہا کہ اباجان میں نے گیارہ ستاروں  
اور سورج چاند کو خواب میں دیکھا ہے کہ یہ سب مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں  
تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس خواب کی تفسیر  
یہ لکھی ہے کہ یوسف علیہ السلام بہت جلد ملک مصر کے مالک  
ہو جائیں گے اور اُن کے باپ باں اور بھائی اُن کے پاس آئیں گے  
شمس سے مراد اُنکی والدہ راحیل اور قمر سے مراد اُنکے والد حضرت  
یعقوب اور گیارہ ستاروں سے مراد اُن کے گیارہ بھائی تھے  
چنانچہ جب یہ لوگ مصر گئے اور حضرت یوسف کو دیکھا تو یہ سب  
خدا کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ میں گر پڑے۔ پس ان کا  
سجدہ کرنا واقعاً خدا کا سجدہ تھا۔ اللہ صل علی محمد و آل محمد۔  
حضرت یوسف نے جیسا خواب دیکھا بالکل ویسا ہی ہوا جن  
لوگوں کے ایمان درست اور اعمال چھے ہوتے ہیں اُن کا خواب بھی

بڑا سچا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سچے خواب کو نبوت کا جزو فرمایا ہے لہٰذا یعنی سچا خواب پیغمبری کی صفاتوں میں سے ایک صفت ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ پیغمبروں کے خواب ہمیشہ سچے ہوتے ہیں یا پیغمبری پہلے سچے خوابوں سے شروع ہوتی ہے۔ جیسے بعض روایتوں میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ نبوت میں خواب دیکھتے جو سچا ہوتا صبح روشن کی طرح اسکی تعبیر ظاہر ہوتی۔ ایک حدیث میں ہے کہ خواب میں جھوٹ بنانے والا سخت عذاب میں مبتلا ہوگا لہٰذا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا جناب عبدالمطلب بھی اعلیٰ درجہ کا ایمان رکھتے اور سب نیک اعمال کرتے۔ ان کا بھی ایک خواب بڑا زبردست ہوا جس کی برکت سے آج تک مکہ معظمہ کا چشمہ زمزم مشہور ہے۔ جس کا پانی حاجی تبرک کے طور پر لاتے اور اپنے دوستوں میں قیمتی تحفہ کی طرح تقسیم کرتے ہیں۔ اس چشمہ کی تاریخ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم پیغمبر کی دو بیویاں تھیں۔ ہاجرہ اور سارہ۔ مگر دونوں میں میل نہیں تھا۔ اس وجہ سے حضرت ابراہیم ہاجرہ کو اُن کے بیٹے اسمعیل سمیت اس جگہ لے آئے جہاں اب خانہ کعبہ ہے اور دونوں ماں بیٹیوں کو اس چیل میدان میں چھوڑ کر ملک شام واپس چلے گئے۔ یہاں ہاجرہ اور اُن کے بچے حضرت اسمعیل کو پیاس لگی تو پیتاری پانی تلاش کرنے لگیں مگر پانی نہ ملا جب ان کی حالت غیر ہوئی تو حضرت اسمعیل کے پاؤں

کے پنجے سے پانی نکل آیا جو بڑھتے بڑھتے بڑا چشمہ ہو گیا۔ اسی وجہ سے دوسرے قبیلے بھی مکہ میں آکر آباد ہو گئے مگر ایک مدہ کے بعد لوگوں نے مکہ معظمہ میں طرح طرح کے فسادات شروع کئے تو اس شہر کے سردار نے شہر چھوڑ دیا اور جانے سے پہلے وہاں کے قیمتی مال جیسے سونے کی دوہرنیاں، تلواریں، زینیں وغیرہ اس چشمہ میں ڈال کر اس کا منہ بند کر دیا اور کنکروں پتھروں سے اس کو پاٹ کر وہاں سے چلے گئے۔ اُس وقت سے مدوں تک یہ چشمہ پُلا پُلا رہا اور سینکڑوں برس گزر گئے کسی کو اس کی طرف خیال بھی نہیں ہوا۔ ایک روز جناب عبدالمطلب خانہ کعبہ کے پاس سوتے تھے تو خواب میں ایک شخص نے آکر کہا کہ طیبہ کو کھود کر پانی نکالو۔ اُنھوں نے پوچھا کہ طیبہ کہاں ہے۔ اس کا اُس نے کچھ جواب نہیں دیا اور غائب ہو گیا۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی یہی ہوا کہ خواب میں وہ شخص آیا اور نئے نئے نام لے کر کہا کہ اس کو کھودو۔ چوتھے روز کہا زمرم کو کھودو۔ اُنھوں نے زمرم کا پتا پوچھا تو اُس نے ٹھیک نشان بتا دیا۔ صبح ہوتے ہی جناب عبدالمطلب اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لے اس جگہ پہنچے اور کھودنا شروع کیا۔ تین روز تک دونوں باپ بیٹے برابر کھودا کئے۔ چوتھے روز ایک پختہ منڈیر ظاہر ہوئی اور اندر سے پانی پھیکا۔ جناب عبدالمطلب زمرم کھودنے میں کامیاب ہوئے تو اُن کی زبان سے بے ساختہ لغو الفاظ اُکھر نکلا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا یہ حضرت اسمعیل کا چشمہ ہے یہ سن کر

قریش کے بہت سے لوگ زمزم پر آجمع ہوئے اور لگے کہنے کہ یہ کنواں ہمارے دادا اسمعیل کا بنایا ہوا ہے۔ اس میں ہم اور تم دونوں شریک رہیں گے۔ بات بڑھی اور کسی طرح جھگڑا ختم ہی نہیں ہوا تو یہ طے ہوا کہ شام کی ایک کاہنہ کے پاس چل کر اس سے فیصلہ کرائیں۔ دونوں فریق کے لوگ چلے۔ یہ سفر بہت طولانی تھا اور اونٹ کی سواری پر شام جانا سخت کام تھا۔ ابھی چند ہی منزلیں طے ہوئی تھیں کہ جناب عبدالمطلب کے ساتھ کاپانی ختم ہو گیا۔ آپ کے ساتھی سب پیاسے ہوئے۔ نہ کہیں کنواں تھا نہ دریا۔ نہ چشمہ۔ جب یہ لوگ مرنے کے قریب پہنچے تو اپنے مخالف فریق سے پانی مانگا۔ مگر ان سب نے انکار کیا اور ایک قطرہ بھی نہیں دیا۔ جناب عبدالمطلب نے جب اس بے رحمی کو دیکھا کہ قریش کے لوگ پانی رکھتے ہیں اور ہمیں نہیں دیتے تو موت کا یقین ہو چلا کہ اب بچ نہیں سکتے۔ تب ان لوگوں نے آپس میں صلاح کی کہ ہم سب اپنے اپنے لئے ایک ایک قبر کھودیں اور جو مرنا جائے اس کو اسی میں دفن کرتے جائیں۔ آخر میں ایک ہی آدمی ایسا بچار بیگاہو بلا دفن پڑا رہے۔ اس رات پر کام شروع کر دیا۔ قبریں کھدنے لگیں اور قریش کے لوگ تماشا دیکھتے رہے۔ دوسرے روز جناب عبدالمطلب نے سوچا کہ اس طرح ہاتھ برباد رکھ کر مرنا بزدلی کا کام ہے۔ چلو پانی کی اور کچھ کوشش کریں۔ یہ ارادہ کر کے اونٹ پر سوار ہوئے۔ سبحان اللہ آپ درود پڑھیں تو میں آگے بیان کروں۔ اللہم صل علی محمد و آل محمد۔ اللہم صل علی محمد و آل محمد۔

حضرت عبدالمطلب نے جیسے ہی سوار ہو کر چلنا چاہا کہ خدا نے ان کی حقیقت کا اعلان کر دیا کہ ہمارا پیارہ بندہ حق پر اصرار کے مخالف باطل پر ہیں اور ہم ہر حال میں ہر جگہ حق کا بول بالا کر دیتے ہیں بلکہ اس کو حضرت عبدالمطلب کا معجزہ کہیں تو بے جا نہیں کہ اونٹ کے زور کرنے سے اس کے پاؤں کے نیچے کی ریت ہٹی اور وہیں سے بہت میٹھے پانی کا چشمہ نکل پڑا۔ اس کے دیکھتے ہی جناب عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں نے زور سے اُٹھ کر آگے بڑھ کر کافرہ بلند کیا اور خوب سیراب ہوئے بلکہ اپنی خاندانی سخاوت بھی دکھا دی کہ قریش کے وہ لوگ جو ان حضرات کے خلاف کلمہ کے ہاں جا رہے تھے اور جن کے پاس پانی موجود تھا اور وہ ان لوگوں کی ہلاکت دیکھتے تھے پھر بھی رحم نہیں کھایا اور ایک قطرہ پانی تک ان کو نہیں دیا۔ ان سب کو بھی جناب عبدالمطلب نے آواز دی کہ آؤ پانی پیو کہ خدا نے ہم کو سیراب کیا۔ اس پر جناب عبدالمطلب کے ساتھی ناراض بھی ہوئے اور کہا کہ وادہ جب ہم پیاسے مر رہے تھے تو ان لوگوں نے ہم لوگوں پر رحم نہیں کیا۔ اب ہم کیوں اس پانی سے اُنکو پینے دیں؟ مگر جناب عبدالمطلب نے فرمایا کہ نہیں ان لوگوں کو بھی پینے دو۔ اگر ہم نے بھی ان کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا تو پھر ہم میں اور ان میں فرق ہی کیا؟ غرض قریش بھی جمع ہوئے اور سب نے پانی پیا اس کے بعد سب نے مان لیا کہ جس خدا نے آپ کو یہاں پانی دیا ہے اسی نے چشمہ زمزم بھی آپ ہی کو دیا ہے۔ اب ہم لوگوں کو اس میں کوئی حق نہیں

واپس چلے اور آپ ہی کا اس پر قبضہ رہیگا۔ اللہ صل علی محمد و آل محمد۔

غرض وہ چشمہ زفرم حضرت عبدالمطلب کو خواب ہی سے ملا۔  
 بی بیو! خواب کی سے حضرات اہلبیت کی رہائی بھی شام کے قید  
 سے ہوئی جس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز جناب سکینہؑ نے  
 یزید سے کہا کہ رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے اگر تو نے  
 تو میں بیان کروں۔ یزید نے کہا کیا دیکھا ہے۔ فرمایا دیکھا  
 کہ فود کے پانچ بہت عمدہ اور تیز اونٹ بڑھے آ رہے ہیں اور  
 ہر اونٹ پر ایک بڑے مقدس بزرگ سوار ہیں جن کے ارد گرد  
 فرشتے بھی ہیں اور ان کے ساتھ ایک غلام بھی آ رہا ہے۔  
 اونٹ سب تو آگے نکل گئے مگر وہ غلام میری طرف متوجہ ہوا۔  
 اور میرے پاس کر کہنے لگا سکینہ تمہارے دادا (حضرت رسول خدا  
 صلعم) تم کو سلام فرماتے ہیں۔ میں نے کہا اسے شخص میرے  
 دادا کو بھی میرا سلام کہے۔ تو کون ہے؟ اس نے کہا میں  
 بہشت کا ایک غلام ہوں۔ میں نے پوچھا یہ مقدس فرائی بزرگ  
 کون ہیں جو ان اونٹوں پر آ رہے ہیں۔ اس نے کہا پہلے حضرت  
 آدم صفوۃ الد۔ دوسرے حضرت ابراہیم خلیل الد تیسرے  
 حضرت موسیٰ کلیم الد چوتھے حضرت عیسیٰ روح الد ہیں۔  
 میں نے پوچھا او ار یہ بزرگ کون ہیں جو (کنج و اندوہ سے)  
 اپنی ڈاڑھی پکڑے ہیں۔ اور (دوتے دوتے) کبھی زمین پر  
 گر جاتے ہیں کبھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس نے کہا یہ تمہارے



دادا حضرت رسول خدا صلعم ہیں۔ میں نے پوچھا اور یہ حضرات جاتے کہاں ہیں۔ اُس نے کہا تمہارے ابا جان امام حسینؑ کی زیارت کو۔ یہ سنتے ہی میں آگے بڑھ کر دوڑی کہ حضرتؑ سے جا کر ظالمین کے ظلموں کو بیان کروں۔ اس درمیان میں دیکھا کہ نور کے پانچ ہوج اونٹوں پر چلے آ رہے ہیں اور ہر ہوج میں ایک بیوی بیٹھی ہیں۔ میں نے اسی غلام سے پوچھا یہ کون بیویاں آ رہی ہیں۔ اُس نے کہا پہلی حضرت حواؑ۔ دوسری آسیہ۔ تیسری حضرت مریم۔ چوتھی حضرت خدیجہ ہیں۔ میں نے پوچھا اور وہ پانچویں (مصیبت زدہ) کون ہیں جوابنا ہا تھا اپنے سر پر رکھے ہیں (اور بے جینی میں) کبھی زمین پر گر پڑتی اور کبھی اٹھ بیٹھتی ہیں۔ اس نے کہا تمہاری دادی حضرت فاطمہؑ ہیں۔ میں نے کہا خدا کی قسم میں اُن سے اپنا سب دکھ ضرور بیان کروں گی۔ یہ کہہ کر میں آگے بڑھی اور اُن کے پاس جا کر رونے لگی اور کہا اے اماں خدا کی قسم لوگوں نے ہمارے حقوق بھلا دیئے۔ اے اماں خدا کی قسم لوگوں نے ہمیں آوارہ وطن کر دیا۔ اے اماں خدا کی قسم لوگوں نے ہمارے گھر کو اجاڑ دیا۔ اے اماں خدا کی قسم لوگوں نے ہمارے ابا جان امام حسینؑ کو قتل کر ڈالا۔ یہ سن کر حضرتؑ نے فرمایا (بیٹی) سنسنیہ جپ ہو جاؤ۔ ارے تم نے تو (اپنے مین سے) میرے جگر میں لگ لگاؤ اور میرے دل کی رگوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ (اے بیٹی) یہ تمہارے باپ حسین کا (خون آلود) کرتا میرے پاس ہے۔ میں کسی

وقت اس کو الگ نہیں کرتی ہوں خدا کے دربار میں اسی طرح حاضر ہونگی (اے یزید) اس کے بعد میں جگ گئی لہ اور ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جناب سکینہ نے یزید سے بیان کیا کہ میں کیا دیکھتی ہوں کہ میری طرف ایک موتی ایسے چمکتی صوت اور چاند ایسے چہرے کے نورانی بزرگ جو بہت بے چین اور بڑے ہی کرب میں تھے بڑھے۔ میں نے اس غلام سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں۔ اس نے کہا تمہارے دادا حضرت رسول خدا صلعم ہیں۔ یہ سنتے ہی میں حضرت کے پاس گئی اور عرض کی اے دادا خدا کی قسم ہمارے چھوٹے بڑے سب قتل کر دیئے گئے خدا کی قسم ہم لوگوں کا خون (بانی کی طرح) بہایا گیا۔ خدا کی قسم ہم لوگوں کی عزت آبرو مٹی میں ملا دی گئی (اس کے بعد) ہم لوگ بغیر گدے کی کاھیٹوں پر بیٹھا کر اور اونٹوں پر سوار کر کے یزید کے ہاں لائے گئے۔ یہ سن کر حضرت نے مجھے گود میں اٹھا کر اپنے سینہ سے لپٹا لیا۔ پھر حضرت آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ سے فرمایا آپ لوگ دیکھتے ہیں میری ہی امت نے میری اولاد کے ساتھ میرے بعد کیا کیا ظلم کئے؟ اس پر اس غلام نے مجھ سے کہا اے سکینہ اپنا بین کم کر کہ تم نے تو حضرت رسول خدا صلعم کو بھی زلا دیا۔ پھر وہ غلام مجھے آگے لے گیا اور ایک محل میں پہنچا دیا۔ وہاں کیا دیکھتی ہوں کہ پانچ بڑی عزت و جلال کی بیویاں بیٹھی ہیں۔ جن کی خلقت بھی خدا نے بڑی عظیم الشان بنائی اور نوزائیت سے بھی انکو بہت زیادہ حصہ

دیا ہے۔ ان بیویوں کے درمیان ایک بیوی سب سے زیادہ جلیل القدر تھیں (مگر آہ آہ وہ ایسی مصیبت زدہ ہو رہی تھیں کہ انھوں نے اپنے سر کے بال کھول رکھے تھے۔ سیاہ کپڑے پہنے ہوئی تھیں اور ہاتھ میں ایک کرتا لے تھیں جس میں خون بھرا ہوا تھا۔ وہ (بے چینی میں) جب کھڑی ہو جاتیں تو دوسری بیویاں بھی ان کے ساتھ ہی کھڑی ہو جاتیں اور جب بیٹھ جاتیں تو وہ سب بیویاں بھی بیٹھ جاتیں۔ میں نے اس غلام سے پوچھا یہ کون بیویاں ہیں جن کو خدا نے ایسی شان و جلالت عطا کی ہے۔ اس نے کہا اے سکینہ یہ سب آدمیوں کی ماں حضرت خوا۔ وہ حضرت مریم وہ حضرت خدیجہ اور یہ جناب ہاجرہ اور یہ جناب سارہ ہیں۔ اور یہ مظلمہ جن کے ہاتھ میں خون بھرا کرتا ہے جن کے کھڑے ہو جانے پر دوسری بیویاں بھی کھڑی ہو جاتی ہیں اور جن کے بیٹھ جانے پر اور بیویاں بھی بیٹھ جاتی ہیں تمہاری دادی حضرت فاطمہ ہر ماں ہیں۔ یہ سننے ہی میں حضرت کے پاس پہنچی اور ان سے کہا اے دادی خدا کی قسم میرے بابا حج کر دیئے تھے اور میں اس کم سنی میں یتیم بنا دی گئی۔ یہ سننے ہی میری دادی نے مجھے اپنے سینہ سے لٹا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں اور ان کے رونے پر دوسری بیویاں بھی خوب روئیں پھر کہا کہ اے فاطمہ خدا کا حق ہے کہ دن ہمارے اور نزدیک کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ آہ آہ بی بیو! حضرت سچینہ کے علاوہ نزدیک کی بیوی ہند نے بھی خواب دیکھا جس کو اس نے اس طرح بیان کیا کہ میں سو گئی تو

دیکھا کہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا اور اُس سے فرشتے فوج فوج اترنا شروع ہوئے وہ سب حضرت امام حسین کے سر کے پاس آئے اور اس طرح اس کی زیارت پڑھنے لگے۔  
 اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ - اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا بَنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اتنے میں دیکھا کہ آسمان سے ایک اُترتی تھی اُترا جس میں بہت سے (مقدس) لوگ ہیں۔ ان کے درمیان ایک ایسے نورانی بزرگ تھے جن کا چہرہ موتی کے رنگ ایسا اور جن کی شکل چاند ایسی تھی۔ وہ بزرگ ٹیک کر بڑھے اور امام حسین کے سر پر اپنے کو گرا دیا پھر حضرت کے دانتوں کو چومنے لگے۔ فرماتے جاتے تھے ہاے اے بیٹا لوگوں نے تم کو قتل کر ڈالا۔ ان لوگوں نے تمہارا درجہ کچھ نہیں پہچانا اور تم پر پانی ٹپک بند کر دیا۔ اے بیٹا میں تمہارا نانا تھا سو خدا ہوں۔ یہ تمہارے باپ علی مرتضیٰ۔ یہ تمہارے بھائی حسن۔ یہ تمہارے چچا جعفر۔ یہ غقیل۔ یہ حمزہ یہ عباس ہیں۔ اسی طرح حضرت نے اپنے خاندان والوں کے ایک ایک شخص کا نام بتایا۔ ہند کہتی ہے کہ اس کے بعد میں ڈر کر گھبرائی ہوئی جگ گئی تو دیکھا کہ جہاں امام حسین علیہ السلام کا سر رکھا تھا وہاں سے ایک بہت ہی چمکتا ہوا نور تمام پھیلا ہوا ہے۔ اس وقت میں یزید کو ڈھونڈنے لگی وہ وہاں نہیں تھا بلکہ ایک اندھیرے کمرے میں جا کر اور دیوار کی طرف اپنا منہ کر کے کھتا تھا کہ ہاے میں نے امام حسین کو کیوں قتل کیا۔ وہ بھی اپنے اس ظلم سے بڑے کرب میں تھا۔ وہ اسی طرح منہ پھیرے ہوئے بیٹھا تھا تو میں نے اس سے

ایسا پورا خواب بیان کر دیا جب صبح ہوئی تو اُس نے حضرت رسول خدا  
صلعم کے اہلبیت کو بلا کر کہا تم کیا چاہتے ہو یہاں رہو گے یا  
مدینہ واپس جاؤ گے۔ ان سب نے جواب دیا کہ پہلے تو ہم اپنے  
آقا و مولا امام حسینؑ پر رونا اور ماتم کرنا چاہتے ہیں۔ اُس نے کہا  
جو چاہو کرو۔ پھر اُس نے اُن لوگوں کے لئے کئی کرے خالی کرائیے  
جس کے بعد حضرتؑ کے ماتم کا یہ اہتمام ہوا کہ دمشق میں جتنی ہاشمی اور  
قریشی عورتیں تھیں سبوں نے سیاہ ماتمی کپڑے پہن لئے اور امام  
حسینؑ پر رونا اور نوحہ و ماتم کرنا شروع کیا۔ سات روز تک اس  
زور کا ماتم ہوا کہ شہر دمشق ہل گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ درود یوار سے  
رونے اور پیٹنے کی آواز آتی ہے۔ آٹھویں روز پھر یزید نے  
ان حضرات کو بلا کر پوچھا کہ اب کیا ارادہ ہے۔ رہو گے یا جاؤ گے  
ان حضرات نے کہا ہم مدینہ واپس جائیں گے تو اُس نے ان حضرات  
کے لئے اچھی آرام دہ سواریاں اور محلیں منگائیں پھر بہت سامان بھی  
پیش کیا اور کہا کہ تم پر جو مصیبت پڑی اس کے عوض اس کو  
قبول کر لو۔ آہ آہ بی بیو یہ سننا تھا کہ حضرت ام کلثومؑ تڑپ گئیں  
اور فرمایا اے یزید تو کیسا بے حیا اور بے غیرت ہے۔ اے ہمارے  
بھائی اور گھر بھر کو قتل کرنے کے بعد ان کا بدلہ یہ مال ہم کو دیتا ہے۔  
شاعر نے لکھا ہے کہ ہند نے کہا ایک روز خواب دیکھا کہ تمام  
دروازے محل کے کشادہ ہیں اور فلک سے جوق جوق ملائک اُترتے  
سیٹے اُتر کر اس حجرے میں جہاں سر امام حسینؑ رکھا ہے جمع ہو کر ماتم  
اور بکا کرتے ہیں اور بعد سلام اس طرح کہتے ہیں کہ اے جگر ہاں بکا

تیری توفیق نہ کی۔ بھوکا پیاسا قتل کیا اور اہل حرم کو زنداں میں قید کیا۔

یہ کہتے ہیں اور کرتے ہیں اری وہ فرشتے  
اسل ٹر میں کچھ مچ رہیں اور بیچ میں نکلے  
عمائدہ سر پر ہے نہ کاغذ ہے یہ عبا ہے  
چہرہ ہو کہ شرمندہ ہو خورشید درخشاں  
ہو یو جو قریب سر شہبیر وہ نالاں  
کس طرح نہ ملے دل محبوب خدا ہو  
جس دن دیکھا ہو ترے خلق پہ خنجر  
مادر بھی تری بیٹی ہو کھولے ہوئے سر  
روما بخشن نالہ و فریاد و فغاں سے  
یہ حال نظر آیا پیمبر کا جو اک بار  
سر پہیٹے آئے تھے جہاں حمد مختار  
دیکھا کہ لگن میں سر شہبیر دھرا ہے  
پہچانی جو وہ خون بھری شبیر کی صورت  
اُس سر پہ گری ہو کے وہ با صد غم و حسرت  
جیتا ہمیں قسمت نے نہ اکاں دکھایا  
جب نے دیدے ان حضرات کو رہا کرنے کے لئے بلایا ہے اُس وقت  
کی حالت شاعر نے اس طرح لکھی ہے

جس دم سر دربار حرم پہونچے کھلے سر  
بولادہ لعین کو سے تغیم کو اٹھ کر  
اور سامنے حاکم کے گئے عابد مضطر  
مسند پہ قدم رکھے مری ناب جیگر

عائد نے کہا تخت سے کیا کام ہو چھکو  
 الغرض یہ جواب سن کر وہ پشیمان ہوا  
 زینب سے مخاطب ہو لگا کہنے وہ اظلم  
 لے بنت علی دخترِ محمد و منہ عالم  
 فی الواقعہ بھائی کا نہایت ہی تجھے غم  
 یہ کرنا ہوں جو غم پذیرا ہو وہ اس م  
 بے جرم کما حق حسین ابن علی کا  
 جو مانگو وہ دوں خون بہا سبب نبی کا  
 یہ سننے ہی بھڑانے لگی زینب مضطر  
 سینے میں کلجے یہ لگا ظلم کا خنجر  
 روئے کے لگی کہنے کہ خاموش شتمگر  
 میں کون ہوں جو نوں دیت خونِ برادر  
 قیدی ہوں گنہگار ہوں بالانِ حزیں ہوں  
 اس خون کے فواہاں ہوں تو ہوں احمد مختار  
 یا حشر کے دن ہو بیگی ماں اس کی طلب گار  
 اس خون کی دیت دیکھو تہرا و علی کو  
 کریں فوج کیا سبط رسولِ عربی کو  
 تقریر سے زینب کی جو محبوب ہوا دو  
 اسباب ضروری نہیں چھپا ہے سولو  
 نہ مال نہ اسباب نہ زر چاہئے مجھ کو  
 پس یمن کر اس نے سرِ امام مظلوم مع  
 دقت اہل حرم میں ایک قیامت برپا ہو گئی ہے  
 سرِ دہکے اس طشت سے زینب اٹھایا  
 دل بوشش الفت سے جو اک بار بھر آیا  
 دیکھیں تجھے کن آنکھوں سے اس کی حسنا  
 بام کا نظر کر کے سکیٹہ سرِ انور  
 زینب تری مظلومی کے قربان حسنا  
 روئے کے لگی کہنے کہ اسے دین کے رہبر  
 سو آپکا یوں طشت میں کھلائی دیا سر  
 بچھڑی ہوئی ہوں بھائی کا سر چاہئے مجھ کو

کچھ موت قیامو مرا چلتا نہیں بابا  
 کچھ اپنی سنگینہ سے تودہ گئی بولو  
 میں نہیں کہتی کہ مصیبت مری بوجھو  
 لو ہو بھرا منہ آپ کا دھکوا سکینہ  
 زینب سے کہا اتنے میں ضمنے کر لی بی  
 بھاج کو تو دیکھو کروہ غم میں تڑپتی  
 رونا تو یہ بے مشابہ تھیں زندگی بھر بے  
 سجاد سے پھر کہنے لگی اے مرے مولا  
 بھائی کے الم میں ہیں ہو مثل اسکو یا اصلا  
 مانے گی فقط حکم وہ ناکام تمہارا  
 غرض جناب زینب سے وہ سر لے لیا گیا اس کے بعد کا حال شاعر  
 نے لکھا ہے

یوں ادوی اخبار مصیبت ہو تحریر  
 حاکم نہ ہرگز دیا لیکن سر شبیر  
 میں کیا کہوں جس طرح وطن جاتی تھی  
 جب یہ لٹا ہوا قافلہ شام سے روانہ ہوا اُس وقت کی حالت شاعر  
 نے بیان کی ہے  
 لکھا جو حرم قید سے جب چھوڑ کر آئے  
 اک چشم ہوا نوحہ ناموس بی کا  
 تاعش ہوا پھر سے بیا ماتم شبیر  
 خوں رورو کے برانے لگا پھر فلک پیر  
 ہر چند طلب کرتی رہی زینب دلگیر  
 ناچار روانہ ہوئے باحالت تغیر  
 سر پہنی تھی رتی تھی جلاتی تھی زینب  
 میدان میں جو اس شکل سے وہ نوحہ گرا  
 قتل بھی کر زتا تھا حسین ابن علی کا  
 پھر بیویوں کی آہوں کے چلے سو فلک تیر  
 چھن ملک کرتیں ہیں صورت تصویر



کعبہ میں پڑا غلغلہ پھر شور و بجا کا پھر رو لگا کانپنے محبوبِ خدا کا  
ایسا حشر بپا ہوا کہ گویا معرکہ کر بلا نظروں میں اہلبیت اطہار رسول  
مختار از سر نو پھر کیا۔ اور حضرت زینبؓ یہ بین فرماتی تھیں ۵  
آئے تھے دوسری کو قہر کی کبکب سے  
آئے تھے جتنی رو کی تھی عباسؓ قنات  
۵ سے پردہ دار ہمارے کدھر گئے  
فصیحہ بیان حضور کی پوشاک لائی تھی  
اس جا تبرکات رسالت مآب تھا  
مقتل کے آس پاس بیوؤں کا ٹھکانا  
لے میر کر بلائی پر اور حسینؓ جان  
اللہ میری بات بھی پوچھی آپ نے  
بے پردہ ہو کے آلِ نبی در بدر گئے  
آوازیں بتول کے روئشکی آئی تھی  
داں آں دہخانہ تھایاں قحطاب تھا  
زینبؓ جنیں مجددیہ دھڑکتی تھی نیلیں  
ہمیشہ تین دن ہتھاری ہے میہماں  
نزدان کی واردات بھی پوچھی آپ نے

مجالس ۲۹  
تین سو بیس  
شب چہلم کی جس میں مومن کی علامت لکھی  
اگر گئی جناب جابر کا کر بلا میں نا اہلبیت  
سے ملاقات ہونا۔ جناب زینبؓ کا قبر امام حسینؓ علیہ السلام سے  
آخری رخصت ہونا لکھا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم خدا فرماتا ہے اِنَّمَا يُؤْتِي الصَّابِرُونَ  
اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ یعنی خدا صبر کرنے والوں کو بے حد و حساب  
اجر دیتا ہے اور دیگا جس سے معلوم ہوا کہ مصیبت پر صبر کرنے  
سے خدا اس قدر خوش ہوتا اور اس سخت عمل کرنے والے کو اس قدر

اُجڑ دیتا ہے جس کی حد اور حساب کو کوئی شخص نہ بیان کر سکتا ہے  
 نہ جان سکتا ہے۔ پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت  
 پر حضرت زینبؓ جناب ام کلثومؓ جناب ربابؓ جناب قیثمہؓ  
 جناب فاطمہؓ جناب کینہؓ جناب ام زین العابدینؓ وغیرہ نے جو صبر  
 کیا اس کے اجر کا کوئی شخص کیا اندازہ کر سکتا ہے۔ بی یو۔ جب جناب  
 سکینہؓ اور ہند کا خواب سننے اور مسلمانوں کا رنگ بگڑا ہوا دیکھنے  
 کے بعد زینبؓ نے حضرات اہلبیتؓ کو آزاد کیا تو ایک شخص لشیر بن عثمان  
 کالی عماریوں کو لیکر وہاں پہنچے اور عورتوں بچوں کو ان میں بٹھا کر اونٹوں  
 پر سوار کرایا۔ حضرات اہلبیتؓ کا مدینہ جانے سے پہلے پھر ایک فحش  
 کر بلا میں آنا یقینی ہے مگر یہ لوگ کب آئے۔ کوفہ سے جب شام جانے  
 لگے اُس وقت پہنچے یا جب شام سے مدینہ روانہ ہوئے تب ارد  
 اس کی تحقیق نہیں ہوتی۔ بہر کیف جب پہنچے ہوں مگر یہ معلوم ہوتا  
 ہے کہ وہ ۲۰ صفر صحتی جس کو آج ہم لوگ چہلم یا چالیسواں کہتے  
 ہیں۔ اس چہلم کے اعمال بھی ہر مومن اور مومنہ کو بجالانا چاہئے۔  
 جناب مولانا مجلسی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ معتبر کتابوں میں حضرت  
 امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت ہے کہ مومن کی پہچان پانچ  
 ہے ہر روز (سترہ رکعت واجبہ اور ۳ رکعت سنتی کل) آکیا دن  
 رکعت نماز پڑھنی۔ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننی۔ سجدہ میں ملے تھے  
 کو مٹی (یا سجدہ گاہ) پر رکھنا۔ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم زور سے  
 کہنا اور زیارت اربعین پڑھنی یعنی زیارت صبح کو دو گھنٹہ دن  
 چڑھنے پر پڑھنی چاہئے کہ اس کا بہت ثواب ہے۔ اس روز

کی زیارت کی تاکید اس وجہ سے ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم کے صحابہ سے سب سے پہلے بزرگ جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو پہنچے وہ جناب جابر بن عبد اللہ انصاری ہیں وہ اسی روز بنی ہاشم کے کچھ لوگوں کے ساتھ کر بلا پہنچے اور سب شہیدوں کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اگر اسی روز امام زین العابدینؑ اور اہلبیتؑ بھی دوبارہ کر بلا میں پہنچے تو جناب جابر کی ملاقات سے سب لوگوں کی جو حالت ہوئی ہوگی اس کو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ بعض علمائے لکھا ہے کہ جب حضرات اہلبیتؑ اور جابر بن عبد اللہ انصاری سے ملاقات ہوئی تو سب میں اس زور کا کہرام بپا ہوا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ سب مل کر خوب روئے۔ یا حسین یا مظلوم کہہ کے سر اور سینہ پیٹتے اور نوحہ و ماتم کرتے تھے۔ اس زور کا ماتم ہو اگر اس پاس کے جتنے لوگ تھے سب دوڑے چلے آئے اور سب نے مل کر اس سنان میدان میں مظلوم کر بلا کا ماتم کیا اور تین روز تک اہلبیتؑ نے وہاں رہ کر امام مظلوم کی زیارت اور بکا کا فرض ادا کیا۔ آہ آہ خاص کر جناب زینبؑ کا کر بلا میں دوبارہ پہنچنا تو عجیب قیامت کا سامان تھا جس کے سننے سے کلیجا پھٹنے لگتا ہے۔ ہائے بھائی ہائے حسین کہہ کے روتی تھیں۔ یہاں تک کہ روتے روتے بیہوش ہو گئیں۔ جناب ام کلثومؑ اور سکینہؑ اور سب عورتیں بھی وامحمدؑ۔ واہ حسیناہ کہنے لگیں اور فریاد کرتی تھیں۔ شاعر نے لکھا ہے کہ اہلبیتؑ اظہار نے دوبارہ ماتم برپا کیا اور جناب زینبؑ نے یہ مثل چراغ گور غریبانِ دل جلا پھریں بھویوں کے بد بے قیونِ تختِ جگر چلنا

پیارے کے بود و باش کے سامان چلاؤ  
اب کس کے ساتھ داخلہ کرلا ہوا  
ہنرم تو کر چلی میں دل انگاریا حسین  
بیٹا بھی اور بہن بھی ہر نادار یا حسین  
تکیہ ہے کار سازی پروردگار پر  
حضرت کی قبر بل گئی زینب کے بن سے  
شہزادے اجاں بلب ہے چھوٹی خوشین  
عائش نے پوچھا کیوں چھوٹی مان قبول ہے  
الغرض نوبت وداع اہل حرم قبور مطہر سے آئی اور رسالہ بشیر کا بھی  
سوار ہوا۔ اُس وقت بہ حسرت و یاس حضرت زینبؓ اس طرح  
کلمات رخصت فرمانے لگیں۔

لے کر بلا سید دلگیر الوداع  
لے قبر ابن صاحب نظر الوداع  
کیا نہ نصیب ہے یہ نواہی رسولؐ کی  
بے آپ کے بقیعہ میں کس منہ سے جاؤ گی  
گر جاؤں گی تو سخت ندامت اٹھاؤ گی  
رخصت کیا حضورؐ کیونکر میں یاں ہوں  
بھیا اٹھو گجاؤ میں مجھ کو تمہیں بھجاؤ  
رو کیمنات اگر وہ عباسؓ کو بلاؤ  
سردار سار قافلے کے آگے ہوتے ہیں  
غرض بی بیو حضرت زینبؓ کی حالت کس طرح بیان کی جائے۔

لے قتل گاہ حضرت بشیر الوداع  
لے بھائی جان حاتی بی بشیر الوداع  
تم نے مجاوری بھی نہ جس کی قبول کی  
نانا کے بھی مزار پر عزت نہ یاد لگی  
یو چھینکے سب بزرگ تو میں کیا بناؤ گی  
جاؤں تو کس طرف کو رہو تو کہاں ہوں  
بھیا میں نقاب ہوں رہ گرد کو بٹاؤ  
خالی ہو گود بھائی کی مخرج کو کیے آؤ  
طیار کارواں ہوا اور آپ سوتے ہیں  
غرض بی بیو حضرت زینبؓ کی حالت کس طرح بیان کی جائے۔

نانا کو روئی ماں کا جنازہ دیکھا بابا کا بڑے بھائی کا لاشا دیکھا  
 زینب کی غرض حیات رو ہی گئی عاشق کو کیا کہو کہ کیا کیا دیکھا  
 یہ بھی لکھا ہے ۵  
 شروع حادثہ تابوت مصطفیٰ دیکھا کفن میں لاش خاتون دو سرا دیکھا  
 علی کے سر کو بھی چٹوٹوں خوں بھرا دیکھا حسن کو زہر لہاں سے لٹتا دیکھا  
 رسول حق کے ولی کو رسول کو روئی حسن کو روئی جنابِ بول کو روئی  
 آہ آہ - اس کے بعد جناب زینب نے کیا دیکھا - شاعر نے لکھا

۵  
 غضب بے شمر کو سینے پہ بھی بڑھا دیکھا حسین کو تہِ خنجر بھی لٹتا دیکھا  
 سرِ امام کو نیزے پہ خون بھرا دیکھا گلوے حضرتِ اصغر کو بھی چھرا دیکھا  
 شہید جس کا ہر اک پیر اور جوان ہوئے بتاؤ اسکی مصیبت کا کیا بیان ہوئے  
 وہ بعد بھائی کے لوٹی گئی اسیر ہوئی تباہِ محبتِ دل حضرت امیر ہوئی  
 وہ شہر بہ شہر پھری در بدر حقیر ہوئی سپاہِ شام میں سرنگے دست گیر ہوئی  
 ہزار حیف کہ نکلا نہ مہر جس کے لئے ردابھی آئی غیش وہاں اس کے لئے  
 مرتجا اے بی بی بو خوب بڑسا جنابِ فاطمہ زہرا کو دے رہی ہو ۵  
 شیون میں کسبِ نہیں شور و شین زہرا شریکِ بزمِ عزت حسین ہے  
 حاضر برہنہ سر بنی مشرقین ہے سبطِ بنی کے غم میں بکا فرض عین ہے  
 چیلیم ہوا تام شہِ مشرقین کا دو فاطمہ کو آخری بڑسا حسین کا

تیسویں مجلس [ جس میں الہیت کا شام سے واپس آنا لکھا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم خدا فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْآنَ لَآ اَدْرَاکُ

الیٰ متاع یعنی اے رسول یقیناً وہ خدا جس نے تم پر قرآن کو واجب کیا ہے  
 تم کو تمہارے ٹھکانے کی طرف لوٹا دے گا۔ حضرت رسولؐ فرمایا کہ تم  
 کو مکہ سے مدینہ ہجرت کرنا پڑا تو آپ کو بڑی آرزو تھی کہ پھر اپنے گھر  
 جاتے۔ خدا نے آپ کو خوش خبری دی کہ ہم ضرور تم کو پھر وہاں لے جائیں گے  
 یہی ہوا کہ فتح مکہ کے وقت حضرت وہاں تشریف لے گئے۔ حضرت  
 ہی پر موقوف نہیں جو لوگ اپنے گھر سے دوسری جگہ جاتے ہیں ان کو  
 اس کی بڑی تمنا ہوتی ہے کہ اپنی جگہ پھر واپس جائیں۔ اور حب  
 واپس وہاں پہنچتے ہیں تو بڑی خوشی بھی ہوتی ہے مگر آہ حضرت  
 اہلبیت جب شام کی قید سے رہا ہو کر مدینہ پہنچے تو انکی کیا حالت  
 تھی۔ اس کے خیال سے بھی دل الٹا جاتا ہے۔ جب مدینہ کی  
 دیواریں دور سے دکھائی دینے لگیں تو وہیں سے جناب ام کلثومؑ  
 نے رو رو کر فحش بڑھنا شروع کیا کہ اے نانا کے شہر مدینہ۔ تو ہم لوگوں  
 کے آنے کو کسی طرح قبول نہیں کرے گا کیونکہ ہم حسرتوں اور غموں  
 کا ڈھیر لے کر آئے ہیں۔ ہم جب تجھ سے نکلے تھے تو بھرا گھر لے کر  
 گئے تھے مگر اب اس طرح چلے ہیں کہ نہ ہمارے بزرگ باقی ہیں  
 نہ لڑکے بچے۔ جب ہم گئے تھے تو ہماری کیسی ابھی جماعت تھی مگر  
 چلے تو اس طرح کہ مال و اسباب تک لوٹ لئے گئے۔ اُس وقت  
 ہمارے آقا امام حسینؑ ہمارے ساتھ تھے اور چلے تو اس طرح کہ  
 حضرت وہیں چھین لئے گئے۔ ہم ضائع و برباد ہو گئے۔ اب ہمارا  
 کوئی پریشان حال نہیں رہا۔ البتہ ہم اپنے بھائی پر فحش کرنے کو  
 باقی رہ گئے۔ اے مدینہ ہمارے نانا سے کہہ دے کہ ہم لوگ اپنے

بھائی کی مصیبت میں مبتلا کر دیئے گئے۔ یہ بھی کہے کہ ہمارے  
 سب عزیزوں کے لاشے زمین کو ہلا کر بے سر کے چھوڑ دیئے گئے  
 اور ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے تک ذبح کر دیئے گئے۔ اتنا سے  
 یہ بھی کہہ دے کہ ہم لوگ اسیر کیئے اور قیدی بنائے گئے اور ہمارے  
 سب اسباب بھی لوٹ لئے گئے۔ پھر آپ نے جناب سیدہ کو پکارا  
 کہ اے اماں کاش دیکھتیں کہ آپ کی بیٹیاں قیدی بنا کر شہر بہ  
 شہر اور دیار بہ دیار بھرائی گئیں۔ اگر آپ کی زندگی ہمیشہ رہتی تو  
 ہماری اس مصیبت پر آپ قیامت تک نوحہ و ماتم کرتی رہتیں غرض  
 جناب ام کلثومؓ نے اسی طرح بہت دردناک مرثیہ پڑھا اور جب  
 یہ حضرات شہر کے نزدیک پہنچے تو باہر ہی اتر بیٹھے اور حضرت  
 سیدہ نجاؓ نے بشیر سے فرمایا کہ مدینہ میں جا کر لوگوں سے کہ دو کہ امام  
 حسینؑ شہید کر دیئے گئے۔ آہ آہ جب بشیر مسجد رسولؐ میں پہنچا تو جب  
 ڈاڑھیں مار کر رونے لگا اور زور سے نوحہ پڑھا کہ مدینہ والو اب یہ  
 شہر ٹھہرنے کے قابل نہیں رہا ہے (اس کے سردار) امام حسینؑ قتل کر دیئے  
 گئے۔ اس مصیبت میں ہماری آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہیں۔ آہ آہ حسرت  
 کا بدن مبارک تو کر بلا کی ریت پر مٹی اور خون میں لتھڑا ہوا پڑا تھا  
 اور حضرت کا سر نیزے پر چڑھا کر تمام پھرایا گیا۔ حضرت سیدہ نجاؓ اور  
 اپنی ماں چھو بھٹیوں اور نہنوں کے ساتھ واپس آئے ہیں۔ یہ خبر سننے  
 ہی مدینہ کی عورتیں ننگے سر فگے پاؤں گھروں سے باہر نکل پڑیں اپنے  
 بالوں کو بکھرا دیا۔ اپنے منہ پر طمانچے مارتی اور واہ واہ مصیبت کی آوازیں  
 بلند کرتی اُس طرف کو دوڑیں۔ ان سب کے رونے نے زلزلہ پیدا کر دیا

مدینہ میں ایسا رونا پیٹنا کبھی نہیں ہوا تھا۔ اور بھڑاس قدر  
 تھی کہ بشیر گھوڑے پر واپس نہیں آسکا۔ اتر کر کسی طرح حضرت  
 سید سجاد کے جننے تک پہنچا تو دیکھا کہ حضرت خیمہ سے باہر بھڑک  
 رہے اختیار دروڑ رہے ہیں۔ سب عورتیں بھی روتی تھیں۔ مدینہ  
 کے لوگ جوق جوق چلے آتے تھے۔ اور داحسینا۔ واطلوباہ  
 دا غرباہ کہہ کر جھنجھتے اور حضرت سید سجاد کو پراسا دیتے تھے  
 جب جناحِ حنفیہ کو ان حضرات کے آنے کی خبر ہوئی تو بدو اس  
 ہو کر اہلیت سے ملنے چلے گئے آہ آہ جب قریب پہنچے اور اس  
 گٹے ہوئے قافلہ کے سیاہ علموں پر نظر پڑی تو غش کھا کر اپنے  
 گھوڑے سے زمین پر گر پڑے۔ لوگوں نے دوڑ کر حضرت  
 سید سجاد سے کہہ دیا کہ جلدی اپنے چچا کی خبر لیجئے کہ وہ بھی  
 ہلاک ہو اچاہتے ہیں۔ حضرت روتے ہوئے پاس آئے اور اپنے  
 چچا کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ جب حضرت محمد حنفیہ کو ہوش  
 ہوا اور جھنجھتے کو دیکھا تو زور سے ہائے کاغور مار کر بوجھا بیٹھا میرے  
 بھائی کیا ہوئے۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک کہاں رہ گئے۔  
 میرے میوہ دل کہاں ہیں۔ میرے بابا کے جانشین کہاں گئے۔  
 میرے بھتیجین کیا ہو گئے۔ بی بیو! بتائیے حضرت کیا جواب  
 دیتے۔ فرمایا اے چچا میں یتیم ہو کر آیا ہوں۔ لوگوں نے ہمارے  
 عزیزوں کو قتل کر ڈالا اور عورتوں کو قیدی بنا دیا۔ ہائے کاش  
 آپ ہوتے اور دیکھتے کہ آپ کے بھائی کس کس طرح فریاد کرتے  
 تھے مگر کوئی حضرت کی فریاد کو نہیں پہنچتا تھا۔ کس طرح استغاثہ بلند



کرتے تھے مگر کوئی رحم نہیں کھاتا تھا۔ لوگوں نے حضرتؑ کو پیاسا ہی قتل کر ڈالا حالانکہ جاغوروں تک کو پانی دیا جاتا تھا۔ اس پر جناب محمد حنیفہ نے اس زور کی چیخ ماری کہ پھر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش ہوا تو سب لوگ مدینہ میں داخل ہوئے مگر حضرت زینبؑ نہ کسی سے ملتی تھیں نہ بولتی تھیں۔ نہ اپنے گھر گئیں بلکہ سیدھی مسجد رسولؐ میں پہنچیں اور دروازہ کا پٹ پکڑ کر چیخنے لگیں کہ اے نانا میں اپنے بھتیجا حسینؑ کی سنانی لے کر آئی ہوں اور اس قدر چھوٹ چھوٹ کر رہی کہ معلوم ہوتا تھا آنکھوں سے آنسوؤں کے پر نالے جاری ہیں۔ شاعر نے لکھا ہے ۵

جب داخل وطن حرم مصطفیٰ ہوئے  
بولی وہ کہ بلا میں بہن سے جدا ہوئے  
صغیر سے شرم سار ہونے کو میں کی ہو  
زینب کا فتنہ حرم سے اک دگر  
پر تھنے لگی یہ مرتبہ زینب بہ چشمِ تر  
اماں ترے پیر کے عزادار آئے ہیں  
جدا میں بنا حال کہوں یا نخی کا حال  
دربار کی جفا کہوں یا قید کا ملال  
سرخ شام کو فدیں میں بھوک پیاسی تھی  
قتل حسین سے تو مرادِ عدو ملی  
ذلت پہ ذلت آہ مجھے کو بہ کو ملی  
دامنِ یرید کا ہوا پیرِ زراہید سے

زینب سے سب نے پوچھا کہ شہر کیا ہو  
امت یہ تین روز کے نیا سے فنا ہو  
بھائی کوماں کی قبر پر رونے کو آئی ہو  
قبر نبیؐ وفا طمہ کی سمت دیکھ کر  
قربان جاؤں اب تو عزیز کی تو خبر  
نانا ترے نواسے کے زقار آئی ہیں  
امت نے ہم سب کو قید کیا اُن کو یا مال  
بس ہکو چینِ درم کی بندی تھی مثال  
گو یا کہ نانا میں تہا ری نواسی تھی  
پیاسے کو پیاسا دج کیا آرزو ملی  
ہم بے کسوں کی خاک میں آبرو ملی  
کھوئے ترے حسین کے لب چوبِ بید سے

جدا اللہ حسین کا عمامہ اور عبا  
جدا تری ہو پھری بکویں بے ردا  
روضہ میں کے نیل رس کے دکھاؤ بگی  
مرگ حشون کا اتنا ہوا تھانہ ہم کو غم  
وہ بے کسی کی موت وہ تہائی ہو غم  
کعبہ کی راہ نہ دی نہ مدنیہ کی راہ دی  
در و ابی امیہ امیر اور ہم فقیر  
جدا ہمارے زخم نہیں میں ٹکا پذیر  
عابد کا حلق طوق گراں و امجد  
زینت نے یہ حدیث مصیبت پر تھی ہا  
اور کشف و مدنیہ سے خلق بیٹھ جائے  
بالدیوں بی کی کھدھر خرقا تھی  
کلمہ تم نے فغاں کی یہ قبر بتول پر  
واللہ زندہ ہوتیں تم اس عہد میں گر  
آئی ندا کہ تم نہ سمجھنا میں سوتی ہوں  
ہو کر یادہ یا حرم شاہ مشرقین  
زینت نے خون بھرا ہوا عمامہ میں  
زینت یہ تحفہ گنج شہید اس لائی ہے  
زینت کو دی کسی نے قبر جانے لگا ہاں  
وہ بولی گھر توٹ گیا منقل میں گھر کہاں  
صغرا سے ہے حیا بڑی زہرا کی جالی کو

جدا اخصاب خون ترے فرزند کیا  
جدا ترے نواسے پہ کی شمر نے جنا  
اب آج میں ضریح مبارک ہلاؤں گی  
ناچار کر کے سر کیا شبیر کا قلم  
شبیر فوج ہوتے تھے اور دیکھتے تھے  
مانگی پناہ اور نہ کسی نے پناہ دی  
حاکم زیدنا ب مشکل کشا امیر  
ہم جیتے آئے مر گئے طفل و جوان  
زینت کی پشت نوک سناں و امجد  
نزدیک تھا کہ سر میں مظلم نہیں یہ آئے  
واللہ بام و در عرستاں کے تھر تھر  
جوشے تھی اس کے پیچ میں کانٹا لائی تھی  
اماں میں سام کو فہ میں پھرائی ننگے سر  
تو رو تین بیٹوں کی مصیبت پر غم بھر  
لے بے نصیب بیٹی میں اس میں بھی تی ہو  
داخل ہوئے رواق بی میں شور وین  
لا کر سزا رکھا اور کئے یہ بین  
نانا نوا سی بھائی کا عمامہ لائی ہے  
اب گھر چلو کہ جمع ہیں ترے کو بی بیوں  
لوگو قصور دار ہوں میں سب کی خستہ جاں  
کھو آئی ہوں زنان عرب کی کمائی کو

بعضوں کے بھائی بعضوں کے یوٹا پیر حضرت کے ساتھ نکلے تھے مگر انہیں ذکر  
کے لئے ان کے مرنے کی دوا بھی انہیں خیر یارب دہائی سچے پہلی جاؤں میں گھر  
مجاؤ بھی یہاں سے میں گھر کو نہ جاؤنگی پائین قرآپ کے بستر لگاؤں گی

۳۱۔ محاسب  
۲۸۔ صفر کی جس میں وقف کا کچھ حکم بیان  
کے لئے وقف کی مثال ذکر کی گئی۔ یہ حضرت رسول خدا اور اس کے  
بعد حضرت امام حسن کے فضائل و شہادت لکھی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا فرماتا ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرًا وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ  
إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ یعنی کوئی ہے جو خدا کو خوش دلی کے ساتھ قرض  
دے کہ خدا اس کے قرض کو اس کے لئے کئی گنا بڑھا دے گا۔  
اور اللہ لوگوں کو تنگ دست بھی کرتا ہے اور کشائش بھی دیتا ہے  
اور اسی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے عہ اسی کے ایسا دہی  
جگہ بھی خدا نے فرمایا ہے مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا  
فَيُضَاعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ یعنی ایسا کون ہے جو اللہ کو خوش دلی  
سے اُدھار دے اور خدا اس کا دونا اس کو ادا کرے اور اس کو  
بڑا عمدہ اجر دے (سورہ اواہ) جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے  
منقول ہے کہ جس وقت یہ آیت اُتری مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ

کتاب ۱۲ جلد ۳

مِنْمَا یعنی جو ایک نیکی لائے گا اُس سے پہلے اُس کو دیا جائیگا تو جتنا  
 رسولِ خدا صلعم نے عرض کی کہ اے خدا مجھے اس سے زیادہ عنایت  
 فرما۔ تب خدا نے یہ آیت نازل فرمائی مِّنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ  
 امثالِها یعنی جو شخص ایک نیکی لائے گا اُسے اُس کا دس گنا بدلہ  
 دیا جائیگا۔ اس پر جناب رسولِ خدا صلعم نے عرض کی کہ اے خدا  
 اس سے بھی زیادہ عطا کر۔ تب خدا نے یہ آیت نازل کی مِّنْ ذَا الَّذِي  
 اَنجَسَ مِنْ جَنَابِ رَسُولِ اللَّهِ فَاِنْ كَانَ لَمِنْ يَسْأَلُ اللَّهَ فَارْزُقْهُ  
 اس کی کوئی انتہا نہیں ہو سکتی لہٰذا کی راہ میں قرض دینے یعنی خیرات  
 اور صدقہ دینے بغریبوں۔ محتاجوں۔ یتیموں کی مدد کرنے  
 کا بے حد و حساب ثواب ہے۔ اس وجہ سے خدا نے وقف کا قاعدہ  
 بھی بنادیا کہ جو شخص چاہے کہ اُس کے مال سے ہمیشہ کا رخصر ہوتا ہے  
 اور برابر اس کا ثواب اس کو ملتا ہے وہ اپنی کوئی جائیداد یا مکان  
 وغیرہ وقف کر جائے جو نہ بک سکیگا نہ کسی کی ذاتی ملک ہوگا بلکہ  
 اس کا نفع صرف خدا کی راہ میں خرچ ہوگا اور اس کا ثواب وقف کرنے  
 والے کے نامہ اعمال میں لکھا جائیگا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام  
 نے فرمایا ہے کہ تین چیزوں کا نفع آدمی کو مرنے پر بھی ملتا ہے۔ ایک وہ  
 صدقہ ہے جس کو اُس نے اپنی زندگی میں جاری کر دیا ہو اور وقف بھی  
 اسی میں ہے جو میراث میں تقسیم نہیں ہوتا کہ اس کا ثواب اس کے مرنے  
 کے بعد بھی اس کو ملتا رہتا ہے۔ دوسرے وہ اچھا کام جس کو اس نے  
 ایجا دیا ہو کہ اس کا ثواب بھی اس کو مرنے کے بعد ملتا رہے گا۔  
 تیسرے وہ اچھا لڑکا جو باپ کے لئے دعا کرے۔ اسی وجہ سے حضرت

رسوئی اور جناب امیر المؤمنین و جناب سیدہ علیہا السلام نے بھی وقف کر دیا تھا تاکہ مسلمانوں کو اس کی عادت پڑے اور اپنی اولاد کے ساتھ محتاجوں اور بے کسوں کی خبر گیری کا بھی خیال رکھیں۔ ایک صحابی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرت رسو خدا و جناب سیدہ کے وقف کو دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا کہ ہاں ان حضرات نے بنی ہاشم اور بنی المطلب کے لئے وقف کیا تھا۔ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق سے جناب رسو خدا و جناب امیر کے وقف کے بارے میں سوال کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسو خدا وسلم کے علاوہ جناب امیر علیہ السلام نے بھی وقف کیا تھا۔ خود حضرت فرماتے تھے کہ کاش تو مجھے آنحضرت وسلم کے ساتھ دیکھتا کہ میں نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا تھا حالانکہ اس دن میری زکوٰۃ چالیس ہزار تھی۔ اور ایک ایت میں ہے کہ فرمایا میرے مال کی زکوٰۃ چالیس ہزار اشرفی تک پہنچ گئی تھی۔ ایک بڑے عالم نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا ہے کہ بعض لوگوں کو اس حدیث سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جناب امیر کے پاس اس مال تھا جس کی زکوٰۃ اتنی نکلتی تھی۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے کیونکہ آپ تو سب لوگوں سے زیادہ زاہد تھے۔ ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے اس حدیث کا مطلب پوچھا وہ کہنے لگے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جناب امیر فرماتے ہیں کہ جب سے میرے ہاتھ میں مال آیا ہے اگر وہ آج کے دن تک میرے ہاتھ میں رہتا تو اس کی زکوٰۃ اس قدر ہو جاتی۔ یا اس کا مطلب حضرت کے وہ اوقاف ہیں

جن کو جناب میرے جاری کیا تھا اور وقف کرنے کے پہلے حضرت  
اس جائیداد کے مالک تھے اور شاید ان اوقات کے متعلق اس  
مقدار پر ہوں جن کو حضرت نے بیان فرمایا ہے لہ اور حضرت امام  
محمد باقر علیہ السلام نے ایک صحابی سے بیان فرمایا کہ میں تم سے جناب  
سیّدہ کی وصیت بیان کرتا ہوں۔ یہ فرما کر حضرت ایک ڈبلائے۔  
اس میں سے ایک تحریر نکالی جس میں لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ  
وصیت نامہ ہے فاطمہ بنت محمد مسلم کا۔ میں اپنے ساتوں باغ کے باغ  
میں علی ابن ابیطالب سے وصیت کرتی ہوں جب وہ نہ رہیں تب حسن  
اس (وقف) کا انتظام کریں گے جب وہ بھی نہ رہیں تو حسین کریں گے  
ان کے بعد میری اولاد میں جو لڑکا سب سے بڑا ہو گا وہ انتظام کرے گا۔  
اس پر فاطمہ نے اللہ۔ مقدار اور زبیر کو گواہ کیا اور اس کی کتب  
علی ابن ابیطالب نے کی۔ دوسری روایت میں ہے کہ یہ ساتوں باغ  
وقف تھے۔ پہلے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان باغوں کی پیداوار لے کر اپنے  
مہمانوں اور مسافروں کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔ اللہ صلی علی محمد و  
آل محمد۔ ایک بزرگ بیان کرتے تھے کہ حضرت امام جعفر صادق  
نے وصیت فرمائی تھی کہ سات زمانہ میں حضرت پر نوحہ کیا جائے۔  
اور یہ زمانہ کہ لے حضرت نے کچھ مال بھی وقف کر دیا تھا۔ اس سے  
معنوم ہوتا ہے کہ عزاداری اور نذر و نام کے لئے وقف کرنے کا  
سلسلہ ہمارے امام کے زمانہ سے جاری ہے۔ ہم لوگوں کو بھی چاہیے  
کہ اپنی جائیداد سے ایسے نیک کاموں کے لئے کچھ وقف کر جایا کریں  
اور جو جائیداد وقف ہو چکی ہو اس کی ایک کٹری بھی اپنی ذات میں

خرچ کر میں کہ وہ حرام ہے اور اس کے کھانے پر سخت عذاب ہوگا۔  
 حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت رسول خدا  
 صلعم نے ایک دفعہ مال غنیمت تقسیم کیا تو حضرت علیؑ کے حصہ میں بھی  
 ایک زمین کا ٹکڑا آیا۔ حضرتؑ نے اس میں ایک چشمہ کھدوایا جس سے  
 پانی خوب جوش اراتا ہوا نکلا تو ایک شخص نے دوڑ کر حضرتؑ کو اس کی  
 مبارکباد دی۔ حضرتؑ نے فرمایا اس کی مبارک باد تو اس کے وارث  
 کو دو۔ اس کی خوش خبری اس کے وارث کو پہونچاؤ۔ کیونکہ یہ حاجیوں  
 اور خانہ کعبہ کے زائرؤں کے لئے وقف ہے۔ نہ بیجا جاسکتا ہے  
 نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی کو میراث میں مل سکتا ہے جو شخص اس  
 نیچے یا ہبہ کرے اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت  
 ہوتی رہے گی۔ لا الہ الا اللہ صلی علی محمد وآل محمد۔ اسی وجہ سے حضرت رسول خدا  
 صلعم نے اپنے بعد اپنا خلیفہ اور مسلمانوں کا پیشوا حضرت امیر المومنینؑ کو  
 مقرر کر دیا تھا کہ حضرتؑ جو کام کریں گے مسلمانوں ہی کے نفع کا ہوگا مگر افسوس  
 مسلمانوں نے اس کا خیال نہیں کیا۔ حضرتؑ ابھی زندہ ہی تھے کہ وصیت  
 نامہ لکھنے کے لئے کاغذ اور قلم و دوات طلب کی مگر لوگوں نے کوہیا  
 کہ حضرت ہذیان بک رہے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کے بڑے بڑے علماؤں  
 نے لکھا ہے کہ زیادہ تر لوگوں کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ آنحضرتؑ اس وصیت  
 نامہ میں خلافت کے بارے میں لکھتے کہ حضرتؑ کے بعد کون خلیفہ  
 ہو۔ جب حضرتؑ کی آخری حالت پہونچی اور جناب فاطمہؑ رونے لگیں  
 تو حضرتؑ نے ان کے آنسو اپنے ہاتھ سے پونچھے اور فرمایا کہ اے فاطمہؑ

مت رو کہ تیرے رونے سے حاملانِ عرش روتے ہیں۔ پھر حضرت کی بہت دلدادگی اور بہت سی خوش خبریاں دیں اور کہا اے خدا میری جدائی میں اس کو صبر عطا فرما۔ پھر جناب سیدہ سے فرمایا کہ حسین و حسین کو پاس بلاؤ۔ دونوں شہزادوں نے آکر سلام کیا اور پاس بیٹھ گئے مگر حضرت کو اس حال میں دیکھ کر رونے لگے اور اس دُرو سے روئے کہ اُن کو دیکھ کر گھر کے سب آدمی رونے لگے۔ امام حسین نے اپنا منہ حضرت کے منہ پر اور حضرت امام حسین نے اپنا سر حضرت کے سینہ پر رکھ دیا۔ حضرت نے آنکھیں کھولیں اور پیار سے اُن کی طرف دیکھا۔ اُن کے لب سے لئے۔ اُن کی خوشبو سونگھی۔ اور اُن کی تعظیم و محبت کے بارے میں وصیت کی۔ پھر فرمایا میرے بھائی اعلیٰ کو بلاؤ۔ حضرت علیؑ آئے۔ اور سر ہانے بیٹھ گئے حضرت نے اپنا سر بستر سے اٹھایا۔ حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ کے سر کو اپنے بازو پر رکھ لیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ فلاں یہودی کا مجھ پر اتنا قرضہ آتا ہے جس کو اسامہ کا لشکر روانہ کرتے وقت اس سے لیا تھا۔ میری طرف سے اسے ضروری ادا کر دینا۔ اے علیؑ اول تم ہی مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کرو گے۔ اور میرے بعد تمہیں بہت بہت تکلیفیں پہنچیں گی۔ چاہئے کہ دل تنگ نہ ہونا اور صبر کا طریقہ اختیار کرنا۔ اور جب دیکھو کہ لوگ دنیا کی طرف رغبت کر کے ہیں تم آخرت کو اختیار کرنا۔ جب حضرت کی وفات کا وقت پہنچا تو فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ۔ ایک یہودی



نے اپنے ابا جان کو بلایا۔ حضرت نے ان کو دیکھ کر پھر فرمایا میرے  
 حبیب کو بلاؤ۔ دوسری بیوی نے اپنے والد صاحب کو بلادیا  
 حضرت نے ان کو دیکھ کر بھی فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ۔ تب حضرت  
 علیؑ بلائے گئے۔ حضرت نے اب آپ کو دیکھ کر وہ کپڑا جو اوڑھے  
 ہوئے تھے اٹھایا اور حضرت علیؑ کو اس میں لے لیا۔ اور حضرت علیؑ  
 آنحضرتؐ سے پیٹے رہے یہاں تک کہ آنحضرتؐ کا انتقال ہو گیا  
 روایتوں سے ثابت ہے کہ آخر وقت حضرتؐ کا سر مبارک حضرت  
 علیؑ کی گود میں تھا۔ صبح روایتوں کے مطابق آج ہی ۲۸ صفر کو  
 حضرتؐ کا انتقال ہوا۔ جناب سیدہ یتیم ہو گئیں۔ حضرت امیر المومنین  
 و جناب حضرت حسن و حسینؑ پر کوہ مصیبت ٹوٹ پڑا۔ ان حضرات  
 کو اس حادثہ کا ایسا سخت صدمہ ہوا کہ دنیا ان کی نظروں میں ابھری  
 ہو گئی۔ گھر میں قیامت بپا ہو گئی۔ و الحمد للہ۔ و انبیاء کا شور بلند  
 ہوا۔ آہ۔ آہ۔ صحابہ نے حضرتؐ کے غسل و کفن کی فکر بھی نہ کی جناب  
 امیرؑ ہی نے جناب عباسؑ اور ان کے دو لڑکوں کے ساتھ حضرتؐ  
 کو غسل دیا۔ کفن پنبایا اور دفن کیا۔ پھر قبر مبارک پر پانی چھڑک  
 کر یہ لوگ سب سے پہلے جناب سیدہ کے دروازے پر آئے اور  
 آپ کو پڑسا دیا۔ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے پیر کے  
 روز انتقال کیا اور منگل دن گزرنے پر بدھ کی رات کو دفن  
 کئے گئے۔ بی بیو آج سے ۴۸ یا ۴۹ سال کے بعد (۹۶ھ یا  
 ۹۷ھ میں) آج ہی کی تاریخ حضرتؐ کے بڑے نواسے امام  
 حسن علیہ السلام نے زہر سے انتقال کیا۔ حالانکہ حضرت ہر بات

سے الگ رہتے تھے بلکہ معویہ سے صلح کر کے بادشاہت بھی اس کے حوالہ کر دی تھی۔ مگر حضرت کو جو عزت اور شرفِ خدا نے دیا تھا وہ آپ سے کون لے سکتا تھا۔ حضرت رسولؐ آپ کو اپنے ساتھ منبر پر لے جاتے اور فرماتے کہ میرا یہ فرزند سردار ہے اور کبھی آپ کے اور امام حسینؑ کے بارے میں فرماتے کہ یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں لہٰذا حضرت رسولؐ نے ان دونوں صاحبزادوں کو اپنا ایسا بیٹا بنایا تھا کہ حضرت کی زندگی میں امام حسنؑ جناب امیرؑ کو ابائے حسینؑ کہہ کر اور امام حسینؑ حضرت کو ابائے حسنؑ کہہ کر پکارتے اور جناب رسالت مآبؐ کو اباجان کہتے تھے جب حضرت کا انتقال ہو گیا تب یہ حضرات اپنے والد جناب امیرؑ کو اباجان کہنے لگے لگے صورت میں بھی حضرت امام حسنؑ جناب رسالت مآبؐ سے بہت ملتے جلتے تھے خود جناب امیرؑ فرماتے تھے کہ جو شخص ایسے آدمی کو دیکھنا چاہے جو حضرت رسولؐ کے سر سے گردن تک بہت ملتا جلتا ہو وہ حسنؑ کو دیکھ لے۔ اللہم صل علی محمد و آل محمدؑ۔ یہ روایت بھی ہے کہ امام حسنؑ سینہ سے سر تک سب سے زیادہ آنحضرتؐ سے ملتے جلتے تھے لہٰذا حضرت رسولؐ نے بار بار اس فضیلت کو بھی ظاہر کر دیا تھا جو خدا نے حضرت کو دی ہے چنانچہ بار بار فرمایا حسنؑ اور حسینؑ جو ان اہل بہشت کے سردار ہیں مگر آہ معویہ نے ان باتوں سے کسی کی بھی پروا نہیں کی۔ حضرتؐ کے ساتھ جن باتوں پر صلح کی تھی ان میں سے ایک کو بھی

پوری نہیں کیا۔ بلکہ جب صلح کو کئی سال گزر گئے تو اس کو خیال ہوا کہ نرید کو اپنا ولی عہد قرار دے اور جو بڑے اور اثر والے توگن میں ان سے نرید کی بیعت لے کر چو کہ اس کو یقین کے ساتھ معلوم تھا کہ امام حسن کی موجودگی میں یہ بات ہو نہیں سکتی اس وجہ سے وہ اس کو شمش میں لگا کہ امام حسن ہی دنیا سے اٹھ جائیں۔ اس کی تدبیر اس نے یہ کی کہ حضرت کی زوجہ جعدہ سے کہلا بھیجا کہ اگر تو کسی طرح امام حسن کو قتل کرے تو میں تجھے ایک لاکھ درہم انعام دوں گا اور تیرا نکاح بھی نرید کے ساتھ کر دوں گا لہ آہ آہ یہ تدبیر کام کر گئی۔ ایک روز حضرت روزے سے تھے گرمی کا دن تھا سپاس کی شدت تھی۔ افطار کے وقت حضرت نے پانی مانگا۔ جعدہ نے دودھ میں وہ زہر ملا کہ حضرت کو پلا دیا۔ دودھ کا حلق سے پیچے اترنا تھا کہ زہر کا اثر تمام بدن میں پھیل گیا اور حضرت کے کلمے کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ خون کی تے آنے لگی جس میں جگر کے ٹکڑے گرتے تھے اور حضرت بے پانی کی مچھلی کی طرح تر پتے اور لوٹتے تھے۔ حضرت کا چہرہ پیلا ہو گیا۔ امام حسین علیہ السلام نے یہ خبر سنی۔ فوراً تشریف لائے مگر ایسے بدحواس تھے کہ انہی حضرت پر گر پڑے اور رونے لگے۔ دریافت فرمایا بھائی مزاج کیسا ہے آہ حضرت نے عجیب جواب دیا۔ ارشاد کیا بھائی اب دنیا سے سفر ہے۔ میری زندگی کا یہ آخری دن ہے۔ تمہاری اور دوسرے بھائیوں کی جدائی کا بڑا غم ہے۔ مجھے اس سے پہلے بھی کئی دفعہ زہر دیا گیا مگر جیسا زہر اس دفعہ تھا کبھی نہیں تھا۔ اس کے پیتے

ہی دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ بعض معتبر کتابوں میں ہے کہ جب حضرت کی وفات قریب پہنچی اور ہر تمام بدن میں پھیل گیا تو حضرت کا رنگ زرد اور سبز ہو گیا۔ یہ دیکھ کر امام حسینؑ نے فرمایا آپ کا رنگ سبز کیوں ہو جاتا ہے۔ اس پر حضرت رونے لگے۔ اور فرمایا اے بھائی میرے اور تمہارے بارے میں نانا کی جو پیشین گوئی ہے وہ تو ضرور صحیح ہوگی۔ پھر دلوں بھائی ایک دوسرے کے گلے سے لپٹ گئے۔ اور دیر تک اسی طرح لیٹے اور خوب شدت سے روتے رہے۔ اس کے بعد حضرت نے امام حسینؑ سے بہت سی باتیں کان میں کہیں۔ پھر حضرت کو وصیت فرمائی۔ یہ بھی وصیت کی کہ میرے مرنے پر مجھے غسل دے کر اور کفن پہنا کر نانا حضرت رسو مخد اتم کی بغل میں دفن کر دینا لیکن اگر تم کو لوگ اس سے روکیں تو میں تم کو نانا حضرت رسو مخد اور بابا امیر المومنین اور اماں فاطمہ زہراؑ کی قسم دیتا ہوں کہ کسی اس بات پر لڑنا نہیں اور اسی وقت میرا جنازہ وہاں سے واپس لا کر اماں کی بغل میں دفن کر دینا۔ بیو حضرت کے انتقال پر اہلبیت میں جو کرام بپا ہوا اس کو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ خصوصاً حضرت امام حسینؑ و جناب زینبؑ و جناب ام کلثومؑ کی جو حالت تھی کسی طرح بیان نہیں ہو سکتی۔ پھر حضرت امام حسینؑ نے حضرت کو غسل دیا۔ جنوٹا لگایا۔ کفن پہنایا۔ جنازہ لے جا کر مسجد رسولؐ میں رکھا۔ اور وہیں حضرت پر نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد لوگوں سے کہا کہ حضرت رسو مخد اتم کے روضہ کا دروازہ

کھولا جائے کہ اس میں قبر کھود کر حضرت کو بھی دفن کریں مگر بنی امیہ کے خاندان سے مروان بن الحکم اور آل ابوسفیان وغیرہ نے روکا اور کہا کیا امام حسن حضرت راسو خدا صلعم کے پاس دفن ہونے پائیں گے تو کبھی نہیں ہو سکتا خواہ اس بات پر اڑائی ہو جائے۔ تلواریں چل جائیں۔ نیز بے ٹوٹ جائیں۔ تیر ختم ہو جائیں۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا خدا کی قسم جو لوگ آنحضرتؐ کے پاس بغیر حضرت صلعم کی اجازت کے دفن ہو چکے ہیں ان سے زیادہ حق حضرت کے فرزند امام حسنؑ کا ہے کہ وہاں دفن ہوں۔ اتنے میں پہلے صاب کی بیٹی بھی خچر پر سوار ہو کر چالیس سواروں کے ساتھ لڑنے کو آیا ہو چکیں۔ کہتی تھیں کیا تم ایسے شخص کو میرے گھر میں لانا چاہتے ہو جس کو نہ میں دوست رکھتی ہوں نہ پسند کرتی ہوں۔ جناب ابن عباس نے کہا افسوس تمہارا بھی کیا حال ہے۔ ایک روز تم اونٹ پر بٹھو ہر خدا کے اولیاء سے لڑنے اور نور خدا کو بچھانے نکلیں اور (ایک روز) آج رسول کے پیارے کو حضرت کے پاس دفن ہونے سے روکتی ہو۔ آہ۔ آہ۔ اس کے بعد اس طرف سے تیر کی بوچھاڑ شروع کر دی گئی۔ لکھا ہے کہ مقرر تیر حضرت کے تابوت میں چبھ گئے تھے۔ جب اس میں سے جنازہ نکالا گیا تو دیکھا کہ سات تیر صندوق کو توڑ کر حضرت کے بدن میں لگ گئے ہیں۔ اس پر حضرات اہلبیت میں جو ماتم برپا ہوا وہ کس طرح بیان کیا جائے۔ حضرت امام حسینؑ نے اس جنازہ کو اسی طرح جناب سیدہ کے پاس لاکر دفن کر دیا لہ گھر میں جناب

زینبؓ وغیرہ کی عجیب حالت تھی شاعر نے لکھا ہے :-  
 زینبؓ یہی کرتی تھی بیاں لاشیں حسنؓ پر اے سید مسموم  
 قربان ترے مرنے پر ہو جائے یہ خواہر اے سید مسموم  
 کیا زہر تھا جس سے کہ جگر ہو گیا صد چاک ہشت پراخوں  
 ہے سرخ دہن سبز ہے بالکل تن اظہر اے سید مسموم  
 چو سے تھے جنھیں پیار سے محبوب خدا نے چین میں مگر  
 نیلم بنے سے ہے وہ لب پاک سراسر اے سید مسموم  
 ہے کلمہ گو یوں حضرت کو دیا زہر پانی میں ملا کر  
 شیر کے بھی خون کے پیاسے ہیں سگر اے سید مسموم  
 فریاد رسی کون کرے آگے ہمارے سر پر نہیں کوئی  
 ناتاموئے باباموئے زندہ نہیں در اے سید مسموم

مجلد ۳۲  
 بتیسویں سال ۲۸ صفر کی جس میں حج کے احکام  
 لکھے گئے۔ پھر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی وفات اور امام حسن علیہ السلام کے فضائل لکھے کہ حضرت  
 کی شہادت لکھی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم - خدا فرماتا ہے :- وَ لِلّٰہِ عَلَى النَّاسِ  
 حُجَّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِيْلًا وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ  
 الْعَظِيْمُ یعنی لوگوں پر واجب ہے کہ خدا کی خوشنوی کے لئے خانہ  
 کعبہ کا حج کریں جس کو اس تک پہنچنے کا مقدور ہو اور جو

ناشکری کرے (کہ حج کو نہ جائے) تو اللہ دنیا جہان سے بے نیاز ہے۔ جس شخص کے پاس خرچ ہو اور وہ بیمار وغیرہ نہ ہو اور راستہ میں امن بھی ہو اس پر خانہ کعبہ کا حج زندگی میں ایک مرتبہ کرنا واجب ہے اور یہ ایسی ضروری عبادت ہے کہ فروع دین میں داخل کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں اس کی بڑی تاکید ہے اور حدیثوں میں بھی اس کا خاص حکم دیا گیا ہے۔ ایک صحابی نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ یا حضرت کیا حج کرنا مال دار اور فقیر دونوں قسم کے لوگوں پر واجب ہے تو حضرت نے فرمایا حج ہر شخص پر واجب ہے۔ بڑوں پر بھی چھوٹوں پر بھی۔ ہاں جسکو کسی قسم کا عذر ہو گا اسے خدا معاف رکھیں گا۔ دوسری حدیث میں حضرت ہی نے فرمایا کہ لوگ اگر حج کو ترک کر دیں گے تو ان پر عذاب نازل کر دیا جائے گا اور ان کو مہلت بھی نہیں دی جائیگی ایک اور حدیث میں حضرت نے فرمایا کہ جناب امیر المومنینؑ نے انبی و صیت میں ارشاد کیا تھا کہ لوگو تم اپنے پروردگار کے گھر کا حج نہ چھوڑنا اور نہ برباد ہو جاؤ گے۔ یہ بھی فرمایا کہ جو شخص اپنے وکیل کے کسی کام کی وجہ سے حج کو چھوڑ دے گا تو وہ کام بھی پورا نہیں ہو گا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے امام حسنؑ و امام حسینؑ علیہ السلام سے جو وصیتیں کیں ان میں یہ بھی فرمایا کہ میں تم دونوں کو خدا سے ڈرتے رہنے کی تاکید کرتا ہوں اور دیکھو خانہ کعبہ کا حق ضرور ادا کرنا۔ اس کے بارے میں خدا سے بہت ڈرنا جب تک تم لوگ زندہ رہو اس کا حج کرنا کہ اگر یہ عبادت چھوٹ جائیگی تو پھر خدا کی

طرف سے ہملت بھی نہیں ملے گی۔ ایک بزرگ نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ کسی شخص کے پاس خرچ ہو اور وہ حج نہ کرے تو کیسا ہے حضرت نے فرمایا وہ ان لوگوں میں ہے جن بارے میں خدا نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز ہم انہیں اندھا اٹھائیں گے۔ ان بزرگ نے کہا سبحان اللہ کیا خدا اس کو اندھا کر دے گا م اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت نے فرمایا وہ بہشت کی راہ سے اندھا بنا دیا جائے گا (کہ بہشت میں جانے کی اجازت بھی ملے گی تو اس کو اس کی راہ ہی نہیں سچائی دیگی) ایک اور بزرگ نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ خدا کے اس قول کا کیا مطلب ہے وَ مَن كَانَ فِي هَذِهِ اَعْمٰی فَنُؤِنِّيْ الْاٰخِرَةَ اَعْمٰی وَ اَصْلُ سَبِيْنُوْ یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا ہوگا وہ قیامت میں بھی اندھا ہی رہے گا بلکہ اور زیادہ مگر حضرت نے فرمایا یہ وہ شخص ہے جو دنیا میں اپنے متعلق برابر ہی کتہا رہے کہ اب حج کو جاؤں گا۔ اور فلاں سال روانہ ہو جاؤں گا اور اس کام سے فراغت ہو تب جاؤں۔ یہاں تک کہ موت آجائے اور وہ صرف زبانی ارادہ ہی کرتا ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ السلام سے وصیت فرمائی کہ اے علیؑ اس امت سے دس قسم کے لوگ خدا کے ہاں کافر سمجھے جائیں گے (جن میں یہ بھی ہیں) اُچھلی کمانے والا مرد یا عورت جادو کرنے والا مرد یا عورت۔ فتنہ فساد پھیلانے والا مرد یا عورت زکوٰۃ نہ دینے والا مرد یا عورت اور جو شخص حج کر سکتا ہو مگر بیزار ہے کہ

حضرت نے فرمایا اس کو سیدھے راستہ سے اندھا کر کے گا۔



مر جائے۔ اے علیؑ جو شخص خرچ کر کے حج کو جاسکتا ہو مگر نہ جائے اور اس عبادت کو ترک کرے وہ کافر ہے۔ کیونکہ خدا نے فرما دیا ہے کہ لوگوں پر خانہ کعبہ کا حج کرنا واجب ہے اور جو اس سے کفر اختیار کرے تو خدا تمام جہان سے بے پروا ہے۔ اے علیؑ جو شخص یہی کہتا رہے کہ اب حج کو جاؤں گا۔ فلاں کام ہو جائے تب حج کو روانہ ہوں گا۔ یہاں تک کہ مرتے وقت تک ایسا ہی کہتا رہے اس کو اللہ قیامت میں یہودی یا نصرانی بنا کر اٹھائے گا لہٰذا اللہم صل علی محمد وآل محمد۔

اسی طرح بہت سی حدیثیں ہیں سب کے پڑھنے سے آپ گھبرا جائیں گی۔ اند جس طرح مرقوں پر حج واجب ہے اسی طرح عورتوں پر بھی واجب ہے۔ حج اتنی ضروری عبادت ہے کہ حضرت ابو خدا صلعم جب مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ گئے اُس وقت سے برابر اس کے آرزو مند تھے کہ مکہ جا کر حج کریں۔ سلمہ ہجری ذیقعدہ میں حضرت اسی ارادہ سے مکہ کی طرف چلے بھی مگر کافروں نے حضرت کو روکا اور اس سال وہاں جانے سے منع کیا تو حضرت صلعم کر کے واپس تشریف لائے اور مکہ کو فتح کیا۔ پھر سلمہ ہجری میں مکہ جا کر آخری حج کیا جس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ جب اس سے واپس جانے لگے تو راہ میں ایک تالاب پر جس کا نام غدیر خم تھا ٹھہر کر حضرت امیر المومنین کی خلافت کا پھر آخری اعلان کر دیا کہ اب میرے بعد یہی سب مسلمانوں کے پیرو اور میرے خلیفہ رہیں گے۔ جو لوگ آج

پھر وہ نہ تشریف لے سکے۔ اور وہ جس سال دار کعبہ میں اسی ماہ ذیقعدہ میں مکہ جا کر مرادیا۔

تک مجھے اپنا آقا اور پیشوا جانتے رہے وہ اب علی کو میرا جانشین  
 خلیفہ اور اپنا آقا و مولا جائیں اللہ صلی علی محمد و آل محمد۔ اس کے  
 بعد حضرت حضرت مدینہ میں واپس تشریف لائے اور اللہ شروع  
 ہوا تو محرم ہی کے مہینہ سے حضرت اپنی وفات کی خبر دینے لگے جس کے  
 چند دنوں کے بعد حضرت بیمار ہوئے۔ کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ  
 حضرت کو بخار اور سر کے درد کی شکایت تھی اور یہی بیماری بڑھتی  
 گئی یہاں تک کہ حضرت کا انتقال ہو گیا جب حضرت کی بیماری  
 زیادہ سخت ہو گئی تو جناب سیدہ حضرت کے پاس گئیں حضرت  
 کا معمول تھا کہ جب جناب سیدہ تشریف لاتی تھیں تو آپ انکی  
 بڑی عزت اور تعظیم کرتے تھے۔ کھڑے ہو جاتے اور آگے  
 بڑھ کر ہاتھ پکڑ کر اور چوم کر اپنی جگہ بٹھاتے تھے جناب سیدہ  
 کا بھی یہی دستور تھا کہ جب آنحضرت صلی علیہ وسلم تشریف لاتے تو کھڑی ہو  
 جائیں اور اپنی جگہ سے ہٹ کر وہیں حضرت کو بٹھائیں۔ اس  
 بیماری کی زیادتی میں جو جناب سیدہ حضرت کے قریب گئیں تو فرمایا  
 یا بھتی (آؤ بیٹی آؤ ہمارے آنے سے میرا دل ٹھنڈا ہوا) کہہ کر  
 پہلو میں بٹھالیا اور جبکے سے کچھ کان میں کہا جس پر جناب سیدہ رونے  
 لگیں۔ پھر اسی طرح دوسرے کان میں کچھ کہا تو آپ ہنسنے لگیں  
 آنحضرت صلی علیہ وسلم کی ایک بیوی نے آپ سے پوچھا کہ تم کس بات پر  
 روئیں اور کس بات پر ہنسیں۔ آپ نے کہائیں رسول اللہ کا بھید  
 نہیں کہہ سکتی۔ حضرت کی وفات کے بعد پھر ان بیوی نے پوچھا تو  
 فرمایا اب بابا زندہ نہیں ہیں تو اس بات کو کہہ دیتی ہوں۔ پہلی بار حضرت

رسو مخدّم نے مجھ سے فرمایا کہ اے بیٹی اب میری موت نزدیک پہنچ گئی اس پر میں رونے لگی۔ تب حضرت نے دوسری بار کان میں فرمایا اے بیٹی تھوڑے ہی دنوں میں تم بھی میرے پاس آ جاؤ گی اور تم ہشت کی کل عورتوں کی سردار ہو گی۔ اس پر میں خوش ہو کر ہنسی تھی آہ آہ بی بی جو جب حضرت کی وفات کا وقت بالکل سر پر آ گیا اور حضرت کی حالت بہت غیر ہونے لگی تو جناب سیدہ رونے لگیں۔ حضرت سے بیٹی کا ردنا اس وقت بھی برداشت نہیں ہوا ان کے آنسو حضرت نے اپنے ہاتھ سے پونچھے اور فرمایا اے فاطمہ مت رو کہ میرے رونے سے حاکمان عرش روتے ہیں۔ پھر حضرت نے جناب سیدہ کی بہت دلداری کی اور کئی خوش خبریاں دیں اور دعا بھی فرمائی کہ اے خدا سے میری جدائی میں صبر عطا فرما۔ آہ آہ جب حضرت کا انتقال ہو گیا تو جناب سیدہ یہ کہہ کر رونے لگیں کہ ہاے اے بابا آپ نے دعوت حق کو قبول کیا۔ ہاے اے بابا جان آپ نے بہشت کی راہ اختیار کر لی۔ ہاے اے ابا اب جبریلؑ کو آپ کی وفات کی سنائی کون سنائے۔ آپ کے بعد جبریلؑ امین خدا کی وحی لے کر کس پر نازل ہوں گے۔ اللہ اب تو میری روح کو آنحضرتؐ کی روح کے پاس پہنچا دے۔ اے اللہ مجھے اپنے رسولؐ کے جوار رحمت میں جگہ عطا فرما۔ اے خدا مجھے اپنے پیارے حبیب کے ثواب سے بے نصیب رکھ اور قیامت کے دن ان کی شفاعت سے محروم نہ فرما۔ مختصر یہ کہ جناب سیدہ پر اپنے بابا کی وفات کا ایسا صدمہ ہوا کہ پھر کسی نے حضرتؐ کو خوش اور نہشتا ہوا نہیں دیکھا۔ آہ آہ اس کے بعد کی حالت تو اور سخت ہے۔ جناب رسو مخدّم کے دفن ہونے پر

جناب سیدہ نے آنحضرت کی قبر مبارک کی تھوڑی مٹی اٹھا کر  
سنگ لکھی اور دو شعر پڑھے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص رسول  
اللہ کی قبر کی مٹی سو لکھ لے پھر اس کو زندگی بھر کسی اور خوشبو  
کے سو بخشنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ آہ آہ حضرت کی وفات کے  
بعد مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑیں کہ اگر وہ مصیبتیں دونوں پر نہیں  
تو وہ رات ہو جاتے۔

میں حج کا مضمون پڑھتی تھی۔ یہ ایسی ضروری عبادت ہے کہ  
معتبر کتابوں میں حضرت امام حسن علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے  
کہ آپ نے اپنی زندگی میں پچیس حج پیدل کئے اور فرماتے تھے  
کہ مجھے شرم آتی ہے کہ اپنے پانے والے سے ملوں اور اس کے  
گھر کی طرف پیدل نہ جاؤں لہٰذا اب آپ حساب کو جس کہ حضرت  
سلسلہ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰۰ یا ۱۵۰ میں شہید  
کئے گئے۔ بالغ ہونے کے بعد حضرت صرف ۳۱ یا ۳۲ سال  
زندہ رہے۔ اس میں آپ نے پچیس پیدل حج کئے یعنی  
صرف چھ یا سات سال یا تو حضرت حج کو گئے ہی نہیں یا گئے  
تو سواری پر۔ باقی تمام عمر حضرت پیدل حج کرتے رہے۔ بعض کتابوں  
سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ سے مدینہ تک ۴۰ میل ہے۔ آنا  
بڑا سفر حضرت پیدل طے کرتے تھے اور بالغ ہونے کے پہلے  
بلکہ بچپن میں بھی آپ کو خدا کی خوشی حاصل کرنے کی بڑی فکر رہتی  
تھی۔ ایک مرتبہ یزید کا دادا ابوسفیان جو جناب رسالت مآب  
صلعم سے کئی لڑائیاں لڑ چکا تھا جناب امیر المومنین کی خدمت

میں حاضر ہوا اور کہا کہ ابو الحسن! میں تمہارے پاس ایک ضرورت سے آیا ہوں۔ حضرت نے پوچھا وہ کیا۔ اس نے کہا میرے ساتھ محمد (رسوٰی خدا صلعم) کی خدمت میں چلو اور اُن سے کہو کہ میرے لئے اس قسم کا ایک معاملہ کروں اور عہد نامہ تحریر فرمادیں۔ حضرت نے جواب دیا کہ ابو سفیان! آنحضرت نے تیرے لئے پہلے ہی ایک عہد کر دیا ہے اُس سے آنحضرت پھر نیچے نہیں۔ جس وقت یہ باتیں سو رہی تھیں جناب سیدہ پردہ کے اندر تشریف رکھتی تھیں اور امام حسن آپ کے سامنے کھیل رہے تھے۔ آپ اُس وقت صرف چودہ مہینے کے تھے۔ ابو سفیان نے امام حسن کو دیکھ کر جناب سیدہ سے کہا محمد کی بیٹی اتم اپنے بیٹے حسن سے کہو کہ اپنے نانا سے میری سفارش کروں۔ اگر وہ یہ کر دینے تو تمام عرب بچوں کے سردار ہو جائیں گے۔ پس (ابھی جناب سیدہ نے کچھ جواب نہ کہلایا تھا کہ) امام حسن جھپٹ کر ابو سفیان کی طرف تشریف لائے اور اپنے ایک ہاتھ سے ابو سفیان کی ناک پر مارا اور دوسرے ہاتھ سے اُس کی داڑھی پکڑ لی۔ اُس کے بعد خدا کی قدرت سے بول پڑے کہ اے ابو سفیان! لا اِلهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہو تو تمہاری سفارش اپنے جد بزرگوار سے کرتا ہوں۔ یہ واقعہ دیکھ کر جناب میرزا حسین کو اتنی خوشی ہوئی کہ فرمایا اُس خداے بزرگ کا شکر ہے جس نے آل محمد میں بھی خاص درجہ رسوخ اسے بخشی بن زکریا پیغمبر کا مثل و نظیر پیدا کیا اور بچپن ہی میں انکو شریعت کی حکومت عطا فرمائی اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ اے نبی جو جس بزرگ میں اتنے فضائل ہوں اس سے کس کو دستہنی ہوگی۔ مگر معویہ کو تو حضرت کی زندگی ہی کھٹکتی تھی۔ اس نے حضرت کی بیوی جعدہ کے پاس دین

اشرفیاں بھیج کر اور کوفہ کے اطراف کی بڑی بڑی جائدادیں دیکر زہر  
 دلوایا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ معویہ نے جعدہ  
 کے پاس بہت مال بھیجا اور قسم کھائی کہ اگر تو حسن کو زہر ملا دے  
 تو تجھ کو ایک لاکھ درہم انعام دلوں گا اور یزید سے تیری شادی  
 کر دوں گا۔ آہ اس کے بعد ایک روز حضرت روزے سے تھے  
 تمام کو گھر میں تشریف لائے سخت گرمی تھی۔ جعدہ نے دودھ  
 کا شربت حضرت کے افطار کے لئے بنایا اور اس میں وہی  
 زہر ملا کہ حضرت کو دے دیا۔ حضرت نے پتے ہی فرمایا ہاے کم بخت  
 تو نے مجھے قتل کر دیا۔ جاؤ اپنے مراد کو نہیں پہنچے گی۔ معویہ نے  
 تھے دھوکہ دیا۔ اس کے بعد حضرت دور روز زندہ رہے پھر  
 انتقال فرمایا۔ مگر معویہ نے جعدہ سے جو عہد کیا تھا اس کو پورا نہیں  
 کیا۔ انتقال کے وقت آپ ایسے کرب میں ہوئے کہ خدا دشمن  
 کو بھی نہ دکھائے حضرت کے سامنے طشت رکھا تھا اس میں  
 آپ خون کی تے کرتے تھے اور حضرت کے جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ  
 کر اس میں گرتے تھے حضرت امام حسین دوڑے اور حضرت پر گریز  
 پھر حضرت کا سر اڑا تھا چومنے لگے۔ اس کے بعد دونوں بھائی  
 منہ سے منہ ملائے دیر تک آہستہ آہستہ باتیں کرتے رہے جب  
 حضرت کا انتقال ہو گیا تو امام حسین نے حضرت کو غسل دیا اور  
 کفن ہنسا کر تابوت میں آپ کا جنازہ رکھ کر روضہ حضرت امویہ  
 صلعم کی طرف چلے کہ دفن کریں مگر روان اور دوسرے بنی امیہ نے  
 روکا اور بنی عایشہ بھی ایک چرخہ سوار ہو کر پہنچیں اور حضرت کو

وہاں دفن کرنے سے منع کیا۔ اس چنباہ بن عباس نے اُن سے کہا۔ کیسے افسوس کی بات ہے کہ یوما تجملت ویوما تبغلت۔ دان عشت تفتلت یعنی ایک دن اونٹ پر چڑھ کر گئیں اور ایک روز بچھ پر سوار ہو کر پہنچیں۔ اگر زندہ رہو گی تو ایک روز ہاتھی پر بھی نکلو گی۔ لیو حضرت زینب دام کلثوم کی حالت کیا بیان ہو شاعر نے لکھا ہے۔

بنٹ زہرا یہ رو کر کھاری تیرے بھائی کو مارا  
مصلطے مرتضیٰ کی نشانی مجھنی تیرے کو شہزادی  
نیکے کٹ کٹے کلے کلے جگر کے زہر قاتل کے ہر ہاتھ  
میاں میں تیرے دشمن تھے تیرے گئے انگو تھے برادر  
تو ہو نہ زینب کی اکی ذن کرتا مجھے میرا  
تیرے تابوت پر تیرا رہا ہے ہمیشہ کس کو بچار  
لیو شاعر نے دوسرا قصہ اس طرح لکھا ہے۔

زینب نے کہا لا شہر ہے یہ رو رو رہے تیرے بھائی  
پندرہویں پیدا ہوا ہے مضا کی اور او صفیں  
تم مر گئے اور جیتی رہی یا یہ خواہر سوم برادر  
کٹ کٹ کے گرا طشت میں جانی کا کچھ بچ گیا  
اے بھائی تیرے دفن یہ کی لوگوں نے بیکار میں لیں گذار  
نام کے قرین نہ ہو گزرتا ہو تو اسایہ کہتے ہیں عدل  
مظلوم برادر ہم قاتل دیا تم کو ہے تیرے بھائی  
دور روز ہے باقی کہ سو خلد چلے ہو تیرے بھائی  
مارا تمہیں اس دنیا زہر نہ ٹھکڑا ہے تیرے بھائی  
دل ٹکڑے ہو جاتا ہے خواہر کی خبر ہو تیرے بھائی  
چلا میں سب زخمی کرو لاش حسن کو تیرے بھائی  
جاتی ہے تری لاش قبیح کی طرح کو تیرے بھائی

میں نے اپنے دل سے اس کی دعا کی ہے

گوئی میری

پریشانی کی تمام بیماریوں میں بھی خفا کر رہی ہے  
انکے ہاتھ سے کمال سے انکے ہاتھ سے ابا سانی چھو رہی ہے۔ انکے ہاتھ سے  
میں نے غنیمت حاصل کر لی کہ اس کا جسم کا وزن بڑھ رہی ہے۔ اس میں ناراضی کہ  
انہوں نے شکریہ ادا کر رکھی ہے۔ ان کی خفا کر رہی ہے۔ ان کی خفا کر رہی ہے۔  
میں نے اپنے خفیہ اجتناب انسانوں کو مولا بازا سرخ و سفید بنائی ہے

ایام سرمایہ میں

کچھ نہاد نہ ہو کر پشت ایک طرف گئی ہیں تے ہوتے دوسری جانب کے انکے  
کہ نہ ہو کر کچھ نہ ہوتے کمال استعمال کرنے سے کمال وقت اور چور و محال انکے  
ہے۔ آج کل بکثرت فروخت ہو رہی ہے۔

آپ کا بھی دل چاہیے

انکے دل کو دیکھیں۔ انکے دل کو دیکھیں۔ انکے دل کو دیکھیں۔

نورِ بصیر

میں نے اپنے دل سے اس کی دعا کی ہے  
گوئی میری



برقی چورن یہ وہ چورن ہے جو معدہ کی کل شکایت کیلئے اکسیرم رکھتا ہے۔ پیٹ کا درد و نفخ قبض  
 ہیچینس۔ اسہال۔ باؤ گولہ و قز و غیرہ کو فوراً دور کر دیتا ہے اور جو کو انسان کھائے اور کھوٹا ہضم کر کے بھوک  
 اور خون صالح پیدا کرتا ہے غرض بڑھتی تختہ ضعف معدہ۔ قلت اشتہا میں چورن ایک حلوانی حکیم کا کام  
 دیتا ہے۔ براہ راست اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوتا ہے۔ کیونکہ جو استعمال کرتا ہے وہ اس کا معتقد ہو جاتا ہے  
 قیمت پانچ شیشی کی صرف عم علاوہ محصول اک۔ ایک شیشی کم نہیں لے ہوتا۔  
 مانی کا پتہ: بی بی پوری کاظم کچھوا (بہار)

**خضاب انظری کرشمہ حیات**۔ خود ستانی اپنا شیوہ نہیں۔ عہدگی اس خضاب کی  
 شکل ذاتی عام میں۔ روشن ہو۔ ہزاروں خطوط کی صفت میں موجود ہیں۔ البتہ میں جو خضاب اندہ  
 کیا جاتا تھا چند سال کے باعث بند ہو گیا تھا۔ اب پھر جاری کیا گیا ہے۔ نہ جہ و ذیل نظم اصلاح  
 کے پھر میں چھپ چکی ہے دوبارہ پھر شائع کی جاتی ہے جناب محترم صاحب کھنوی تحریر فرماتے ہیں: شیخ  
 اکثر دور دور سے خضاب بنگویا لیکن ایسا خضاب پایا۔ بالوں کو سیاہ، چمکیلا اور نرم کرتا ہے۔ بڑھاپے  
 کو جوانی کی بہار دکھاتا ہے۔ گویا یہ خضاب ہر خضابوں کے بہتر وقت فی شیشی کلاں عم خود فی شیشی  
 ہوشی شیشی سے کم نہیں روانہ کیا جاتا۔

راتی جیسا کھا ویسا ہی پایا لا جواب  
 رطنے لگتا سیاہی میں شب بخیر سے  
 پاس تک لے نہیں ہے یہ نقلی صورتیں  
 ابتدا انتہا تک ایک صورت رکھتا ہے  
 تینکے مانند حبیب بن مظاہر تم کہو  
 عالم پیری میں عشر ہم دکھاتے ہیں خضاب

نک ناظر مدبرہ۔ معدہ و جگر و طحال و ریاح و غیرہ کیلئے مرد و عورت دونوں کیلئے مفید ہے۔ مقدار  
 خوراک نہ بھرنے کیلئے ہم ہرج۔ قیمت فی شیشی کلاں عم علاوہ محصول اک۔ نمکناظر مٹی کب  
 اصلاح معدہ و جگر و باؤ گولہ و قز و نفخ کے خیال سے طیار کیا گیا ہے۔ قیمت فی شیشی  
 کلاں عم محصول اک علاوہ۔

المشہر :- حکیم سید محمد ناظر کچھوا (صوبہ بہار)

(سید محمد جعفر نے مطبع اصلاح مشین پریس کچھوا میں چھپوا کر شائع کیا)

سید محمد جعفر



برقی چورن یہ وہ چورن ہوجو معدہ کی کاشتکایت کیلئے اگر حکم رکھتا ہو بیٹ کا درد بخ قبض  
 پہنچیں۔ اسہال۔ باؤ گولہ قرقر وغیرہ کو فوراً دور کر دیتا ہو اور جو کو انسان کھائے اور کو ہضم کر کے بھوک  
 اور خون صلیق پیدا کرتا ہو غرض ہڈی، تھڑ، ضعف، معدہ، قلت اشتہا، چورن ایک حاذق حکیم کا کام  
 دیتا ہو۔ برابر بتا اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوتا ہو کیونکہ جو ہستیاں کرتا ہو وہ اس کا معتقد ہو جاتا ہے  
 قیمت پانچ شیشی کی صرف عہ علاوہ محصول اک۔ ایک پیسہ کم نہیں لے ہوتا۔  
 مکانی کایتہ: بے سید موسیٰ کاظم کچھوا (بہار)

خضاب ناظری کرشمہ حیات خود ستائی اپنا شیوہ نہیں عہ گی اس خضاب کی  
 شکل ان عالم میں روشن ہو۔ ہزاروں خلط کی صفت میں موجود ہیں سابق میں جو خضاب دانا  
 کہا جاتا تھا جندہ سہا کے باعث بند ہو گیا تھا۔ اب پھر جاری کیا گیا ہو نہ جبر ذیل نظم اصلاح  
 کے پھر میں چوب چکی ہو دوبارہ پھر جاری کیا ہو جناب محشر صاحب کجمنی تحریر فرماتے ہیں: عین  
 اکثر دور و دور خضاب نکویا لیکن ایسا خضاب پایا۔ باؤں کو سیاہ بھیکلا اور نرم کر دیتا ہے بڑھو  
 کو جوانی کی بہار دکھاتا ہے۔ گویا یہ خضاب ہر خضابوں بہتر ہو قیمت فی شیشی کلاں عہ خورد فی شیشی  
 ہوشی شیشی سے کم نہیں روانہ کیا جاتا۔

داتمی جیسا لکھا ویسا ہی پایا لا جواب سیکڑوں لکھوں میں حضرت کا خضاب انتاب  
 رطنے لگتا ہو سیاہی میں شب بیکور سے رنگ لاساٹنے کالا کہاں یہ بیچ و تاب  
 پاس تک لے نہیں ہے یہ نقلی صورتیں میں تو اسکے رنگ اصلی پر فدا ہوں اے جناب  
 ابتدا انتہا تک ایک صورت رکھتا ہو نیلے پیلے رنگ سے بے شک اسے ہر خضاب  
 تنکے مانند حبیب بن مظاہر تم کہو عالم پیری میں عشر ہم دکھاتے ہیں شباب  
 نک ناظر مدبر:۔ معدہ و جگر و طحال و ریاخ و غیرہ کیلئے مرد و عورت دونوں کیلئے مفید ہے۔ مقدار  
 خوراک آنتہ بھر بچوں کیلئے ہر صبح۔ قیمت فی شیشی کلاں عہ علاوہ محصول اک۔ نیک ناظر میں کب  
 اصلاح معدہ و جگر و باؤ گولہ درد قولنج کے خیال سے ملتا ہو کیا گیا ہے۔ قیمت فی شیشی  
 کلاں عہ محصول اک علاوہ۔

المشہر:۔ حکیم سید محمد ناظر کچھوا (صوبہ بہار)

(سید محمد جعفر نے مطبع اصلاح مشین پریس کچھوا میں چھپوا کر شائع کیا)









